Ahl
e-Haq
جلد 2 رجب/ شعبان۱۴۳۲ھ شمارہ 1
بیاد : امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اہلسنت والجماعت احناف دیوبند کا ترجمان

جلد 2 رجب/ شعبان ۱۴۳۲ھ شمارہ 1

فہرست مضامین

درس قرآن	03
درس حدیث	04
نعت رسول ﷺ	05
اداریہ	06
شاہ اسماعیل شہید پر نبی ﷺ کو بھائی کہنے کے الزام کا جواب	09
جھینگے کا شرعی حکم	17
عبدلستار ایدھی	22
ماہ مقدس رمضان	36
مسئلہ توسل امام اہلسنت کا موقف	43

درس قرآن

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَالَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلاً ﴿۲۷﴾ يَاوَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلاً ﴿۲۸﴾ لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنسَانِ خَذُولاً ﴿۲۹﴾ (سورۃ الفرقان: آیت 29 - 27)

ترجمہ: اور جس دن (ناعاقبت اندیش) ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کر کھائے گا (اور کہے گا) کہ اے کاش میں نے پیغمبر کے ساتھ رشتہ اختیار کیا ہوتا (۲۷) ہائے شامت کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا (۲۸) اس نے مجھ کو (کتاب) نصیحت کے میرے پاس آنے کے بعد بہکا دیا۔ اور شیطان انسان کو وقت پر دغا دینے والا ہے (۲۹)

تشریح: تفسیر مظہری میں ہے کہ یہ آیات اگرچہ خاص عقبہ کے واقعہ میں نازل ہوئی تھیں لیکن جیسا کہ الفاظ آیت کے عام ہیں حکم بھی عام ہے اور شاید اس جگہ دوست کے نام کے بجائے قرآن میں **فلانا** کا لفظ اسی عموم کی طرف اشارہ کرنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

ان آیات نے یہ بتلایا ہے کہ جو دو دوست کسی معصیت اور گناہ پر جمع ہوں اور خلاف شرع امور میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے ہوں ان سب کا یہی حکم ہے کہ قیامت کے روز اس گہرے دوست کی دوستی پر روئیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہر انسان اپنے دوست کے دین اور طریقہ پر چلا کرتا ہے اس لیے دوست بنانے سے پہلے خوب غور کر لیا کرو کہ کس کو دوست بنا رہے ہو۔ (رواہ البخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ہمارے مجلسی دوستوں میں کون لوگ بہتر ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جس کو دیکھ کر خدا یاد آئے اور جس کی گفتگو سے تمہارا علم بڑھے اور جس کے عمل کو دیکھ کر آخرت کی یاد تازہ ہو۔ (قرطبی)

درس حدیث

''قَالَ رَسُولُ اللہ ﷺ مَا أَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسُّکٌ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ اِحْدَاثِ بِدْعَةٍ.'' (رواہ احمد، مشکوٰۃ ص:۳۱)

ترجمہ:... ''جب کوئی قوم کوئی سی بدعت اِیجاد کرلیتی ہے تو اس کی مثل سنت اس سے اُٹھالی جاتی ہے، اس لئے چھوٹی سے چھوٹی سنت پر عمل کرنا بظاہر اچھی سے اچھی بدعت اِیجاد کرنے سے بہتر ہے۔''

تشریح: سنت سے اس محرومی کا سبب یہ ہے کہ بدعت میں مبتلا ہونے کے بعد قلب کی نورانیت وصلاحیت زائل ہوجاتی ہے، آدمی حق وباطل کی تمیز کھوبیٹھتا ہے، اس کی مثال اس اناڑی کی سی ہوجاتی ہے جس کو کسی نوسرباز نے روپیہ بڑھانے کا جھانسہ دے کر اس سے اصلی نوٹ چھین لئے ہوں اور جعلی نوٹوں کی گڈی اس کے ہاتھ میں تھمادی ہو۔ وہ احمق خوش ہے کہ اسے ایک کے بدلے میں سول گئے، مگر یہ خوشی اسی وقت تک ہے جب تک وہ انہیں لے کر بازار کا رُخ نہیں کرتا۔ بازار جاتے ہی اس کو نہ صرف کاغذ کے ان بے قیمت پُرزوں کی حقیقت معلوم ہوجائے گی، بلکہ جعلی کرنسی کے اِلزام میں اسے ہتھکڑی بھی لگادی جائے گی۔ خوب سمجھ لیجئے! کہ آخرت کے بازار میں صرف اور صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا سکہ چلے گا، اور جن لوگوں نے بدعتوں کی جعلی کرنسیوں کے انبار لگا رکھے ہیں، وہاں ان کی قیمت ایک کوڑی بھی نہ ہوگی، بلکہ سکۂ محمدی کے مقابلے میں جعلی کرنسی بنانے اور رکھنے کے اِلزام میں پابندِ سلاسل کردیئے جائیں گے، حدیثِ نبوی میں ارشاد ہے کہ:

''میں حوضِ کوثر پر تم سے پہلے موجود ہوں گا، جو شخص میرے پاس آئے گا وہ اس کا پانی پیئے گا اور جو ایک بار پی لے گا، پھر اسے کبھی پیاس نہیں ہوگی۔ کچھ لوگ میرے پاس وہاں آئیں گے، جن کو میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے، مگر میرے اور ان کے درمیان رُکاوٹ پیدا کردی جائے گی، میں کہوں گا کہ: یہ تو میرے آدمی ہیں، مجھے جواب ملے گا کہ: آپ نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ یہ جواب سن کر میں کہوں گا: ''سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِیْ'' (پھٹکار! پھٹکار! ان لوگوں کے لئے جنھوں نے میرے بعد میرا طریقہ بدل ڈالا)۔'' (متفق علیہ، مشکوٰۃ ص:۴۸۸)

حب رسول ﷺ نعت کے پیکر میں ڈھل گئی

حضرت خالد اقبال تائب صاحب دامت برکاتہم

حب رسول ﷺ نعت کے پیکر میں ڈھل گئی — اب غم نہیں جو لذت صنف غزل گئی

دل میں تھی آرزو کہ ہو روشن نگاہ شوق — ظاہر کو دیکھ کر وہ تمنا مچل گئی

تھی کتنی خوش خصال مدینے کی وہ ہوا — خاک در رسول جو چہرے پہ مل گئی

اعجاز کیا نہیں ہے یہ حب رسول ﷺ کا — زنجیر فسق عشق کی گرمی سے گل گئی

اب غم نہیں جو لذت صنف غزل گئی — محروم دید عرض مدینہ جو رہ گئے

اس غم میں ان کی شمع بصارت پگھل گئی — اب غم نہیں جو لذت صنف غزل گئی

ہم کو جو شہر علم کا اذن سفر ملا — محرومیوں کی یہ اک خلش تھی نکل گئی

اب غم نہیں جو لذت صنف غزل گئی — عاصی پہ بھی نگاہ کرم چشم اے کرم

دنیا تو اس کے ساتھ عجب چال چل گئی — اب غم نہیں جو لذت صنف غزل گئی

اب آ رہی ہے غیب سے تایب یہی صدا — حب رسول ﷺ سے تیری دنیا بدل گئی

اب غم نہیں جو لذت صنف غزل گئی

اداریہ

ملنگ بھائی

ایک طالب علم دوڑتا ہوا مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے پاس آیا، "حضرت، حضرت جلدی چلیں آپکی ضرورت ہے، شیعہ کے ساتھ مناظرہ چل رہا ہے اور مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی زبان بندی ہوگئی ہے" حضرت نے جلدی جلدی گھوڑا پکڑا اور جائے مناظرہ پر پہنچ گئے۔ وہاں کرسی پر بیٹھے ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ ہی ہے اور خاموشی سے ایک جانب بیٹھ کر عمل شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد کرسی پر بیٹھا وہ شخص ایک دم سے نیچے گرا اور مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی زبان کھل گئی اور تھوڑی ہی دیر میں منظر بدل چکا تھا، عوام پر شیعت کا کفر واضح ہو چکا تھا، یقیناً شیعہ مناظر نے ماحول میں کافر کافر شیعہ کافر کے گونجتے نعروں پر حسرت بھری نگاہ کرسی سے گرے اس شیعہ جادوگر پر ڈالی ہوگی۔

محترم قارئین، بہادری ہمیشہ حق کے ساتھ ہوتی ہے اسی لیے بزدلی ہی اہلِ باطل کا مقدر ہے۔ بزدل شخص ہمیشہ طریقہ کار سے ہٹ کر کام کرتا ہے بالکل اسی طرح جیسے شیعہ نے اس یقین کے بعد کے ہم عبدالشکور لکھنویؒ سے مناظرہ نہیں جیت سکتے، اپنے ایک جادوگر کو بلا لیا جس نے مولانا عبدالشکور لکھنویؒ پر جادو کیا۔ حاسدین نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف مختلف کتب میں دسیسہ کاری کر کے من گھڑت باتیں لکھ دیں، بریلویوں نے اکابرین علماء دیوبند کے علمی دلائل سے عاجز ہو کر انکی عبارتوں میں قطع و برید کر کے کفر کے فتوے لگائے اور اسکی ایک تازہ واضح مثال ہماری ویب سائٹس پر اہلِ باطل کی طرف سے ہونے والے ہیکنگ کے مختلف حملے ہیں، لیکن الحمد اللہ ہمارا کام پہلے بھی جاری تھا اور اسی طرح جاری ہے، اور انشا اللہ جاری رہے گا۔

اسی وجہ سے نویں شمارے کے ساتھ آج پھر ہم آپکے ساتھ ہیں، اپنی بے پناہ مصروفیات کے باعث محترم و مکرم ساجد خان نقشبندی بھائی رسالے کے لیے اتنا کام نہیں کر سکتے اسی لیے نائب مدیر کا عہدہ دے کر بہت سے کاموں کی ذمہ داری میرے کندھے پر ڈال دی گئی ہے یہ ہی وجہ ہے کہ اس شمارے کا اداریہ بھی میں ہی لکھ رہا

ہوں۔ جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کسی بزدل انسان نے ہماری ویب سائٹس کی ڈومین چوری کر لی تھیں اور کمپنی نے ہمارا اکاونٹ ٹرمینیٹ کر دیا تھا، اسکی وجہ سے ہمیں سائٹس پر کافی کام کرنا پڑا، اہلحق پر ابھی تک بہت سا کام باقی ہے جس میں کتابیں اپلوڈ کرنا جیسا بڑا حصہ شامل ہے، اسی طرح رضا خانی مذہب مکمل طور پر تباہ ہوگئی تھی جسکا کام بنیادوں سے دوبارہ شروع کر دیا گیا ہے۔ انشااللہ یہ کام آہستہ آہستہ ہوتے رہیں گے اور بہت جلد ویب سائٹس نارمل رفتار سے چلنا شروع ہو جائی گی۔ انہی کاموں کے ساتھ ہم نے ایک الحق المبین نامی پراجیکٹ پر کام شروع کیا ہے۔ انٹرنیٹ پر قادیانیت اور ختمِ نبوت کے حوالے سے بہت سی ویب سائٹس موجود تھیں اسی طرح شیعیت کے حوالے سے بھی خلافت راشدہ حق چار یار نامی ویب سائٹ موجود ہے، فتنہ بریلویت پر ساجد خان بھائی کی سرپرستی میں چلنے والی رضا خانی مذہب کسی بھی تعارف کی محتاج نہیں، ضرورت اس امر کی تھی کہ اسی طرز پر ایک ویب سائٹ غیر مقلدین کے رد میں بھی ہو۔ اسی لیے مجلس شوریٰ کے فیصلے پر یہ کام اس عاجز کی سرپرستی میں جاری ہے۔ الحق المبین پہلے اہلحق کا بلاگ تھا، بعد میں اسکو مہنامہ اہلحق کے لیے مختص کر دیا گیا تھا، لیکن بعد میں تجربہ دیکھ کر یہ فیصلہ کیا گیا کہ نہ ہمیں ایک الگ بلاگ کی ضرورت ہے اور نہ ہی ماہنامہ کے لیے ایک الگ ویب سائٹ کی اور ضرورت ردِ غیر مقلدین پر ایک مکمل جامع سائٹ کی ہے اسی لیے اسی نام پر غیر مقلدین کے رد میں اس سائٹ پر کام شروع کر دیا گیا۔

سائٹ فی الحال تعمیری مراحل میں ہے اور انشااللہ بہت جلد مکمل ہو جائے گی۔ ضرورت کو مدِ نظر رکھتے ہوے ویب سائٹ کو مکمل طور پر اردو یونی کوڈ میں رکھا گیا ہے، اسکے بہت سے فائدے ہیں جن میں صفحات کا جلد لوڈ ہونا اور ضرورت کے لیے مضامیں کو محفوظ اور دیگر ویب سائٹ پر منتقل کرنا شامل ہیں۔ ویب سائٹ میں اردو عبارات کے لیے جمیل نوری نستعلیق اور عربی عبارات کے لیے عربی ٹائپ سیٹنگ کے فانٹس استعمال کیے گئے ہیں۔ مضامین میں ہیڈنگز اور اور ضروری نکات اور حوالہ جات کے لیے رنگوں کا استعمال بھی کیا گیا ہے، جو قارئین کو پسند آے گا۔ اسکے علاوہ ایک بات جو میں ساتھیوں کو یاد دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہماری نئی ڈومینز کو اپنے دوستوں

کو بھیجیں اور ساتھیوں کو مطلع کریں تا کہ جن ساتھیوں کو ویب سائٹس کے نئے ناموں کا علم نہیں ہے یہ بات انکے علم میں آجائے۔اب میں مزید آپ ساتھیوں اور رسالے کے درمیان دیوار نہیں بننا چاہتا اسی لیے اجازت دیں، وسلام۔

حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر نبی ﷺ کو بھائی کہنے کے الزام کا جواب

فرقان قادری

حضرت مولانا اسماعیل دھلویؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ اور مرتبہ بڑے بھائی جتنا تسلیم کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کی جتنی تعظیم وتکریم بڑے بھائی کی کرنی چاہیے اتنی ہی آپ کی کرنی چاہیے۔ (تقویۃ الایمان)

الجواب:

(تحقیقی جواب نمبر ۱)

پہلے ہم آپ کے سامنے اصل عبارت نقل کرتے ہیں تا کہ حقیقت اعتراض آپ کے سامنے آجائے۔

حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ ایک حدیث پاک نقل کرتے ہیں جس کی عربی عبارت ہم بنظر اختصار چھوڑ دیتے ہیں اور حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ ہی کا ترجمہ اوران کی تشریح عرض کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

ترجمہ: مشکوٰۃ کے باب عشرۃ النساء میں لکھا ہے کہ امام احمدؒ نے ذکر کیا کہ بی بی عائشہؓ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا تم کو سجدہ کرتے ہیں جانور اور درخت سو ہم کو ضرور چاہیے کی تم کو سجدہ کریں۔ سو فرمایا کہ بندگی کرو اپنے رب کی اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی۔

(اصل الفاظ حدیث یہ ہیں اعبدو ربکم و اکرموا اخاکم)

ف ا یعنی انسان سب آپس میں بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا ہے سو اسکی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک

سب کا اللہ ہے بندگی اسی کو چاہیے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء وانبیاء وامام زادہؓ پیر وشہید یعنی جتنے اللہ کے مقرّب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرماں برداری کا حکم ہے ہم ان کے چھوٹے ہیں سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیے نہ خدا کی سی۔

(تقویۃ الایمان ص101-102)

اس عبارت میں شاہ شہیدؒ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کا ترجمہ کیا ہے۔ ''واکرموا اخاکم''۔ کہ تم اپنے بھائی کی یعنی میری تعظیم کرو۔ اور پھر فائدہ لکھ کر بھائی کے لفظ کو مجمل ہی نہیں چھوڑا بلکہ اس میں اپنی دانست اور عقیدت کے مطابق تعظیم اور احترام کا پہلو ملحوظ رکھا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ وہ بڑے بھائی ہیں اور ہم چھوٹے ہیں ان کی تعظیم وتکریم ہم پر لازم ہے کیونکہ ان کا فرمانبرداری کا ہمیں حکم ہے لیکن نہ تو ان کی بندگی درست ہے کیونکہ وہ مالک نہیں اور نہ آپ کی وہ تعظیم صحیح ہے جو خدا تعالیٰ کی سی تعظیم ہے۔

غور فرمائیں کہ اس عبادت میں کون سی توہین اور بے ادبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معاذ اللہ تعالیٰ حضرت شہید مظلوم علیہ الرحمۃ نے کی ہے۔

کیا حدیث شریف کا ترجمہ کرنا توہین ہے؟

یا

اس میں اخ اور بھائی کے لفظ میں تعظیم وتحریم کا پہلو اجاگر کرنا توہین ہے؟

علمائے اہلسنت، علمائے دیوبند کا عقیدہ ہے کہ جو اس کا قائل ہو کہ نبی علیہ السلام کو ہم پر اتنی ہی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے۔

(المہند علی المفند ص 29)

دین وشریعت کی زبان میں اور عام محاورہ میں بھی اخوت برادری، بھائی چارہ کئی قسم پر ہے۔

(۱) ایک اخوت نسبی جوایک باپ کے دو بیٹوں میں، یا ایک دادا کے دو پوتوں میں ہوتی ہے۔قرآن عزیز میں میراث کی آیتوں میں جہاں کہیں ''اخ'' یا ''اخوۃ'' کا لفظ آیا ہے۔ وہاں یہی اخوت مراد ہے نیز ہارون علیہ السلام کوقرآن عزیز میں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھائی کہا گیا ہے اس سے بھی یہی نسبی اخوۃ مراد ہے۔

(۲) دوسری اخوت وطنی اور قومی ہے

قرآن پاک نے کفار کو بھائی فرمایا

والی عاداخاھم ھو داۃ والی ثمود اخاھم صالحاًہ والیٰ مدین اخاھم شعیباًہ ۔(القرآن)

ان آیات میں حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کو بھائی صرف قومی اور وطنی تعلق کی وجہ سے ہی کہا گیا ہے۔

(۳) تیسری اخوت دینی ہے جو ایک دین کے تمام ماننے والوں میں ہوتی ہے اسی لحاظ سے قرآن پاک میں ہے۔

انما المومنون اخوۃ (القرآن)

اسی طرح حدیث پاک میں ہے۔

المسلم اخوا لمسلم (الحدیث)

یہ اخوت اتنی عام ہے کہ اسکی وجہ سے تمام روئے زمین کے تمام مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔

اسی اعتبار سے نبی اقدس ﷺ نے حضرت عمرؓ کو فرمایا جبکہ وہ عمرہ پر تشریف لے جارہے تھے۔

لاتنسانی فی دعائک یا اخی (الحدیث)

دوسری حدیث کے الفاظ کچھ یوں ہیں

یا اخی لا تنسنا فی دعائک (الحدیث)

ترجمہ: اے بھائی ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔

اسی طرح جب نبی اقدس ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کیلئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پیغام دیا تو انہوں نے عرض کیا

اوتصلح له وهي ابنة اخيه (الحدیث)

کیا عائشہ آپ کی بیوی بن سکتی ہے حالانکہ وہ آپ کے بھائی کی بیٹی ہے (یعنی میری بیٹی ہے)۔ جواب میں نبی اقدس ﷺ نے فرمایا

انت اخي وانا اخوك (الحدیث)

تم میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں دین اسلام میں (نہ کہ نسب میں)۔

(۴) چوتھی اخوت جنسی ہے جو تمام انسانوں میں پائی جاتی ہے ہر ایک انسان دوسرے انسان کا بھائی ہے۔ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا

انا شهيد ان العباد كلهم اخوة (الحدیث)

میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سارے بندے بھائی بھائی ہیں۔

(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب مایقول الرجل اذا سلم)

اہل بدعت نے بڑا فریب دیا ہے کہ اس عبارت میں جو ''بڑے بھائی'' کا لفظ آیا ہے وہ اس سے بڑا بھائی نسبی بھائی مراد لیتے ہیں حالانکہ ظاہر ہے کہ یہاں بھائی اور بڑے بھائی کے الفاظ سے صرف جنسی بھائی مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ تمام بنی آدم آپس میں جنسی بھائی ہیں ان میں جو بڑے مرتبہ کے ہیں وہ بڑے جنسی بھائی ہیں ان کی تعظیم ایسے ہی ہونی چاہیے جو بڑے مرتبہ کے ہم جنس بھائی کیلئے ہوتی ہے نہ کہ خدا کی طرح۔

(تحقیقی جواب نمبر 2)

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں

ہمارے پیغمبر سارے جہاں کے سردار ہیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ سب سے بڑا ہے اور

اللہ کے احکام پر سب سے زیادہ قائم ہیں اور لوگ اللہ کی راہ سیکھنے میں ان کے محتاج ہیں (تقویۃ الایمان ص ۵۵)

دوسری جگہ لکھتے ہیں

بشر کے حق میں رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں اور سارے مراتب اس سے نیچے ہیں

(تقویۃ الایمان ص ۵۴)

اب بھی اگر کوئی شخص کہے آپ کے عقیدے میں رسالت کا مرتبہ بڑے بھائی جتنا ہے تو وہ اپنی عاقبت برباد کر رہا ہے

(تحقیقی جواب نمبر 3)

سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے خولہ بن حکیم کو حضرت ابوبکرؓ کے پاس بھیجا سیدہ عائشہؓ سے نکاح کیلئے سیدنا ابوبکرؓ نے کہا ان سے کس طرح نکاح ہوسکتا ہے وہ تو ان کے بھائی کی بیٹی ہے تو وہ لوٹ گئیں اور انہوں نے نبی پاک ﷺ سے سارا معاملہ عرض کیا نبی پاک ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جا کر ابوبکر سے کہو تم میرے بھائی ہو اسلام میں الخ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۷)

تو نبی پاک ﷺ نے سیدنا ابوبکرؓ کو اپنا بھائی کہا تو کیا ابوبکرؓ بڑے بھائی ہیں یا برابر کے لیکن یہ ماننے کیلئے کوئی تیار نہیں۔ تو اسلامی برادری کے اعتبار سیدنا ابوبکر صدیقؓ چھوٹے بھائی ہی ہوئے۔

یہی روایت بخاری شریف ج ۲ ص ۷۶۰ پر بھی موجود ہے اس میں الفاظ ہیں **انت اخی فی دین اللہ و کتابہ** یعنی تم میرے بھائی ہو دین اور اللہ کی کتاب (**انما المؤمنون اخوۃ**) کی رو سے اب برابر کا یا بڑا بھائی تو سیدنا صدیق اکبرؓ کو نہیں کیا جا سکتا تو پھر مطلب یہی ہوا کہ اسلامی اور دینی اعتبار سے سیدنا ابوبکرؓ چھوٹے بھائی ہوئے۔

(تحقیقی جواب نمبر 4)

سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے نبی پاک ﷺ سے عرض کیا **انما انا اخوک** (بخاری ج ۲ ص ۷۶۰)

یعنی میں آپ کا بھائی ہوں

اب بڑے اور برابر کے بھائی تو نہیں مان سکتے ہیں ظاہر ہے چھوٹا بھائی ہی مانیں گے اور وہ بھی صرف اسلامی اور انسانی اعتبار سے نہ کہ نسبی اعتبار سے۔

(الزامی جواب نمبر۱)

سیدنا غوث الاعظمؒ لکھتے ہیں

اے جمال اللہ (یہ حضرت پیران پیر کے مرید ہیں)

میرے بھائی بہتر عیسیٰ علیہ السلام کو میرا اسلام پہنچانا (تحفۃ قادریہ ص۱۱۰)

(الزامی جواب نمبر 2)

حافظ نذر احمد سورۃ شعراء کی آیت نمبر۱۰۶ اذقال لھم اخوھم نوح الاتتقون کا ترجمہ لکھتے ہیں

جب ان کے بھائی نوح نے ان سے کہا کیا تم ڈرتے ہیں (آسان ترجمہ قرآن ص۸۰۳)

اس ترجمہ کی دو بریلوی اکابر نے نظر ثانی اور تائید کی ہے

۱۔ مفتی محمد حسین نعیمی بانی جامعہ نعیمیہ لاہور

۲۔ ڈاکٹر مولوی سرفراز نعیمی،

اسی ترجمہ میں اذقال لھم اخوھم ھود الاتتقون (شعراء نمبر124) کا ترجمہ ''جب ان سے ان کے بھائی ہود نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں'' یہ ہے

اسی ترجمہ میں اذقال لھم اخوھم صالح الاتتقون (شعراء نمبر142) کا ترجمہ یہ ہے ''جب ان سے ان کے بھائی صالح نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں''

اسی ترجمہ میں اذقال لھم اخوھم لوط الاتتقون (شعراءنمبر161) کا ترجمہ یہ ہے "جب ان کے بھائی لوط نے ان سے کہا کیا تم ڈرتے نہیں"

اسی ترجمہ میں والی مدین اخاھم شعیباً (اعراف نمبر 85)

اس کا ترجمہ کیا ہے "اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب (کو بھیجا)"

جب نبی کافروں کے بھائی ہوسکتے ہیں تو مسلمانوں کے اسلامی اور دینی بھائی کیوں نہیں؟

(جواب نمبر 3)

والی عاد اخاھم ھودا (اعراف آیت نمبر 65)

مفتی احمد یار خان نعیمی نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔

اور بھیجا ہم نے طرف عاد کے اس کے بھائی ہود کو۔

(تفسیر نعیمی ج 8 ص 628 مکتبہ اسلامیہ)

(جواب نمبر 4)

اعلیٰ حضرت کے والد نقی علی خان نے اپنی کتاب سرور القلوب میں

واعبدوا ربکم اکرموا اخاکم

کا ترجمہ یہ لکھا ہے۔

"فرمایا اپنے رب کی پرستش اور اپنے بھائی کی تعظیم کرو۔" (سرور القلوب ص ۳۱۹)

کیا صحابہ کرام نبی پاک ﷺ کو چھوٹا یا برابر بھائی سمجھیں یا بڑا؟

(جواب نمبر 5)

مولوی محمد عمر اچھروی لکھتے ہیں "نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام بفرمان خود اور بقانون الٰہی ازواجہ

امہاتھم کے بمنزلہ باپ ثابت ہوں اور یہ بھائی کہیں (مقیاس حنفیت ص ۲۰۲)

اور پیر کرم شاہ بھیروی لکھتے ہیں

حضور ﷺ کی ابوت یعنی باپ ہونا اور حضور ﷺ کی پاک بیویوں کا ماں ہونے کا جو حکم قرآن نے دیا ہے الخ
(التبیان العظیم ص ۸۵)

جبکہ معروف حدیث پاک ہے کہ بڑے بھائی کا حق چھوٹے پر ویسے ہے جیسے باپ کا حق اپنے بیٹے پر۔
اب آپ دیکھیے کہ بڑا بھائی رتبہ میں باپ کی طرح ہے اگر شاہ صاحبؒ پر فتوی لگتا ہے تو یہ بریلوی اکابر بچ جائیں گے؟

(جواب نمبر 6)

مفتی احمد یار نعیمی گجراتی لکھتے ہیں

آدم علیہ السلام ایک ہیں مگر ان کی اولاد میں مومن بھی ہے کافر بھی مشرک بھی منافق، پھر مومنوں میں اولیاء بھی ہیں انبیاء بھی، حضور محمد ﷺ بھی گویا ایک درخت میں ایسے مختلف پھل لگا دیتا ہے کہ اس میں فرعون ہے اسی میں موسیٰ علیہ السلام اسی میں ابو جہل ہے اسی میں حضور محمد مصطفے ﷺ یہ کمال قدرت ہے اور اس کی رحمت کی بھی دلیل ہے کہ سارے انسان اس رشتہ سے بھائی بھائی ہیں۔ (تفسیر نعیمی ج 7 ص 740 مکتبہ اسلامیہ)

(جواب نمبر 7)

بریلویوں کے زبدۃ السالکین عمدۃ العارفین محی السنۃ ماحی البدعت حضرت مولنا و مرشدنا خواجہ حاجی حافظ محمد حسن صاحب مجددی دامت برکاتھم العالیہ سجادہ نشین درگاہ ٹنڈع سائیں داد کے القاب یافتہ لکھتے ہیں۔

اگر ان کی مراد (بڑے بھائی سے) اسلامی برادری ہے تو پھر بڑا بھائی کہنے سے کچھ فائدہ نہیں کیونکہ تمام مؤمنین چھوٹے بڑے یکساں بھائی ہیں۔ (العقائد الصحیحہ فی تردید الوھابیہ ص 47 مطبوعہ الفقیہ امرتسر)

جھینگے کا شرعی حکم

مفتی اعظم پاکستان شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلاة والسلام على رسوله الكريم

اما بعدا

''جھینگے'' کو عربی زبان میں ''روبیان'' یا اربیان کہا جاتا ہے، مصری زبان میں اس کا نام ''جمبری'' ہے اور انگریزی میں اسے Shrimp یا Prawn کہتے ہیں۔ ائمہ ثلاثہ (یعنی حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل (رحمہم اللہ) کے نزدیک جھینگے کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے، کیونکہ ان کے ہاں تمام سمندری حیوانات حلال ہیں، اور احناف کے نزدیک جھینگے کا جواز اس بات پر موقوف ہے کہ آیا یہ مچھلی ہے یا نہیں؟

بہت سے ماہرین لغت نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ جھینگا مچھلی کی ایک قسم ہے چنانچہ ابن درید نے جمھرۃ اللغۃ میں کہا کہ **وار بیان ضرب من السمک** ''اربیان (جھینگا) مچھلی کی ایک قسم ہے''۔

(جلد۳ صفحہ۴۱۴)

لغت کی مشہور کتاب قاموس وتاج العروس میں بھی جھینگے کو مچھلی میں شمار کیا گیا ہے۔

(جلد۱ صفحہ۱۴۶)

اس طرح علامہ دمیری نے اپنی کتاب ''حیواۃ الحیوان'' میں فرمایا کہ **"الروبیان ھو سمک صغیر جدا احمر"** ''جھینگا بہت چھوٹی مچھلی ہے جس کا رنگ سرخ ہوتا ہے''۔

(جلد۱صفحہ۳۷۲)

ماہرین لغت کی ان تصریحات کی بناء پر احناف میں سے بہت سے حضرات نے جھینگے کے حلال ہونے کا فتویٰ دیا ہے، جیسا کہ صاحب فتاویٰ حمادیہ وغیرہ۔ ہمارے شیخ المشائخ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''امدادالفتاویٰ'' میں فرمایا:

''سمک کے کچھ خواص لازمہ کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوئے کہ ان کے انتفاء سے سمکیت منتفی ہوجائے، اب مدار صرف عدول مبصرین کی معرفت پر رہ گیا ہے۔ اس وقت میرے پاس حیواۃ الحیوان دمیری کی جو کہ ماہیات حیوانات سے بھی باحث ہے موجود ہے، اس میں تصریح ہے **الروبیان هو سمک صغیرا جدا** ۔ بہرحال احقر کو اس وقت تو اس کے سمک (مچھلی ہونے میں بالکل اطمینان ہے۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔ واللہ اعلم۔ (امدادالفتاویٰ جلد۴صفحہ۱۰۳)

لیکن موجودہ دور کے علم حیوانات کے ماہرین ''جھینگا'' کا مچھلی میں شمار نہیں کرتے، بلکہ ان کے نزدیک ''جھینگا'' پانی کے حیوانات کی ایک مستقل قسم ہے، ان کا کہنا ہے کہ جھینگا کیکڑے کے خاندان کا ایک فرد ہے، نہ کہ مچھلی کی کوئی قسم۔ ماہرین حیوانات کے ہاں مچھلی کی تعریف یہ ہے:

﴿هو حیوان ذوعمود فقری یعیش فی الماء ویسبح بعواماته ویتنفس بغلصمته﴾

''وہ ریڑھ کی ہڈی والا جانور ہے جو پانی میں رہتا ہے، اپنے پروں سے تیرتا ہے اور گلپھڑوں سے سانس لیتا ہے'' (انسائیکلوپیڈیا آف بریٹانیکا۹/۳۰۵ مطبوعہ۱۹۵۰ء)

اس تعریف کے رو سے جھینگا مچھلی میں داخل نہیں ہے، کیونکہ جھینگے میں ریڑھ کی ہڈی بھی نہیں

ہے اور نہ جھینگا گلپھڑوں سے سانس لیتا ہے۔نیز جدید علم حیوان، حیوانات کو دو بڑی قسموں میں تقسیم کرتا ہے۔

(۱) الحیوانات الفقریۃ (vertebrate)

(۲) الحیوانات غیر الفقریۃ (invertebrate)

پہلی قسم اب حیوانات کی ہے جن میں ریڑھ کی ہڈی ہوتی ہے اور جس میں اعصابی نظام بھی موجود ہوتا ہے اور دوسری قسم ان حیوانات کی ہے جن میں ریڑھ کی ہڈی نہیں ہوتی ۔اس تقسیم کے لحاظ سے مچھلی حیوانات کی پہلی قسم میں شمار ہوتی ہے جبکہ جھینگا دوسری قسم میں شمار ہوتا ہے۔انسائیکلوپیڈیا آف بریٹانیکا(۳۶۳/۶ مطبوعہ ۱۹۸۸ء) کے مطابق نوے فیصد حیوانات کا تعلق اس دوسری قسم سے ہے، نیز یہ قسم تمام چھال والے جانور اور حشرات الارض کو بھی شامل ہے۔

اسی طرح مستانی نے دائرۃ المعارف میں مچھلی کی تعریف ان الفاظ سے کی ہے۔

﴿ حیوان من خلق الماء وآخر رتبة الحیوانات الفقریة دمه احمر یتنفس فی الماء بواسطة خیاشیم وله کسائر الحیوانات الفقریة هیکل عظمی ﴾

’’مچھلی پانی میں رہنے والا جانور ہے، ریڑھ کی ہڈی والے جانوروں میں اس کا درجہ آخر میں ہے۔اس کا خون سرخ ہے، ناک کے بانسوں کے ذریعہ وہ سانس لیتا ہے اور دوسرے ریڑھ کی ہڈی والے جانوروں کی طرح اس کا ڈھانچہ بھی بہت بڑا ہوتا ہے ‘‘۔ (دائرہ المعارف جلد۱۰ صفحہ۶۰)

محمد فرید وجدی نے مچھلی کی تعریف اس طرح کی ہے:

﴿ السمک من الحیوانات البحریة وهو یکون الرتنة الخامسة من

الحیوانات الفقریة دمها بارد احمر، یتنفس من الهواء الذائب فی الماء بواسطة خیاشیمها وهی محلاة باعضاء تمکنها من المعیشة دائما فی الماء وتعوم فیه بواسطة عوامات ولبعضها عوامة واحدة ﴾

''مچھلی سمندری جانوروں میں سے ہے اور ریڑھ کی ہڈی والے جانوروں میں اس کا درجہ پانچویں نمبر پر ہے اس کا خون ٹھنڈا سرخ ہے، پانی میں تحلیل شدہ ہواؤں سے خیشوم کے ذریعہ وہ سانس لیتی ہے اور وہ ایسے اعضاء سے آرستہ ہے جن کی مدد سے اس کے لئے ہمیشہ پانی میں رہنا آسان ہے، مچھلی اپنے پروں کے ذریعہ پانی میں تیرتی ہے اور بعض مچھلی کا صرف ایک ہی پر ہوتا ہے''۔

مچھلی کی یہ تعریفات جھینگے پر صادق نہیں آتیں، ان تعریفات کی رو سے جھینگا اس لئے مچھلی سے خارج ہو جاتا ہے کہ جھینگے میں ریڑھ کی ہڈی نہیں ہوتی، لہٰذا اگر ہم ماہرین حیوانات کے قول کا اعتبار کریں تو جھینگا مچھلی نہیں ہے اور اس صورت میں حنفیہؒ کے اصل مذہب کے مطابق یہ کھانا جائز نہیں ہوگا۔لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا جھینگے کے مچھلی ہونے یا نہ ہونے میں ماہرین حیوانات کی ان علمی تحقیقات کا اعتبار کیا جائے گا یا عرف عام یعنی لوگوں میں متعارف اصطلاحی مفہوم کا اعتبار کیا جائے جائے گا ؟ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دو جگہوں کے عرف اگر آپس میں مختلف ہوں تو اس صورت میں اہل عرب کا عرف معتبر ہوگا، کیونکہ حدیث میں مردہ سمندری جانوروں سے سمک (مچھلی) کا جو استثناء کیا گیا ہے وہ عربی زبان کی بنیاد پر کیا گیا ہے (لہٰذا کسی جانور کے سمک میں داخل ہونے یا نہ ہونے میں عربی زبان کا عرف معتبر ہوگا۔مترجم) اور پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ ابن درید، فیروز آبادی ،زبیدی اور دمیری جیسے ماہرین لغت اس بات پر متفق ہیں کہ جھینگا مچھلی ہے۔

لہٰذا اس تفصیل کے مطابق احناف میں سے جن حضرات نے ''علم حیوان'' کی بیان کردہ تعریف کی روشنی میں جھینگے کو مچھلی سے خارج سمجھا انہوں نے اس کے کھانے کو ممنوع قرار دیا۔ اور جن حضرات فقہاء نے اہل عرب کے عرف کے مطابق جھینگے کو مچھلی میں شمار کیا، انہوں نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا۔

جواز کا قول اس لئے راجح معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے مسائل میں شریعت کا مزاج یہ ہے کہ وہ لوگوں کے عام عرف کا اعتبار کرتا ہے، فنی باریکیوں کو نہیں دیکھتا۔

لہٰذا فتویٰ دیتے وقت جھینگے کے مسئلہ میں سختی کرنا مناسب نہیں ہے، بالخصوص جبکہ بنیادی طور پر یہ مسئلہ اجتہادی ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جھینگے کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے، نیز کسی مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف تخفیف کا باعث ہے البتہ پھر بھی جھینگا کھانے سے اجتناب کرنا زیادہ مناسب زیادہ احوط اور زیادہ اولیٰ ہے۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

عبدالستار ایدھی صاحب

ساجد خان نقشبندی

عبدالستار ایدھی صاحب کا شمار ہمارے ملک کے معروف لوگوں میں ہوتا ہے انہوں نے اپنی محنت اور لگن سے جو فلاحی کام سرانجام دیا اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں پاکستان کے ہر شہری کا ان کے بارے میں یہی تصور ہوگا کہ وہ ایک سادہ اور نیک انسان ہیں مگر افسوس کہ حقائق اس بات کی تصدیق نہیں کرتے ۔کہتے ہیں جب آدمی بولتا ہے تو اس کی حقیقت واضح ہوتی ہے یہی کچھ عبدالستار صاحب کے ساتھ بھی ہوا کچھ عرصہ پہلے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ پر تحریک پاکستان کے حوالے سے لگائے جانے والے اعتراضات کا جواب دینے کیلئے فقیر اپنی لائبریری میں کچھ پرانے اخبارات کی ورق گردانی کرر ہا تھا کہ اسی دوران جنگ اخبار 27 مئی 2007ء کے سنڈے میگزین کے کچھ صفحات پر نظر پڑی جس میں ایدھی صاحب کا ایک انٹرویو شائع ہوا اس انٹرویو میں انہوں نے جو کچھ کہا وہ ایدھی صاحب کا اصل چہرہ واضح کرنے کیلئے کافی ہے ۔ملاحظہ ہو وہ انکشافات جو ایدھی صاحب نے خود اور ان کی بیگم نے ان کے متعلق کئے۔

عیدالاضحیٰ پر قربانی کرنے کی ضرورت نہیں

قارئین کرام یہ بات کسی سے بھی مخفی نہ ہوگی کہ عیدالاضحیٰ پر جانوروں کی قربانی کرنا شعار اسلام میں سے ہے اور ہر صاحب استطاعت مسلمان پر واجب ہے ۔کچھ عرصہ سے اس کے خلاف مخصوص ذہن کے لوگ یہ پروپگینڈا کررہے ہیں کہ اس میں معاذ اللہ پیسوں کا ضیاع ہے آج کل قربانی کے مسائل پر جو چھوٹے موٹے رسائل وکتابچے شائع ہورہے ہیں ان میں خصوصی طور پر اس اشکال کے مختلف تسلی بخش جواب دئے جارہے ہیں ۔اگر یہ بات کوئی بے دین یا غیر مسلم یا کوئی عام آدمی کرتا تو ہمیں اتنی حیرت نہ ہوتی مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ خود ایدھی

صاحب کا بھی یہی نظریہ ہے کہ قربانی کرنا فضول ہے معاذ اللہ ملاحظہ ہو:

''میرے نزدیک قربانی کرنے کی بجائے اس رقم کو عوام کی فلاح کیلئے استعمال کرنا چاہئے۔ فلاح و بہبود پر خرچ کرنے سے نظام بہتر ہوگا''۔ (جنگ سنڈے میگزین، 27 مئی 2007ء، ص ۶)

علماء کرام کی توہین

قارئین کرام علماء کرام وفقہاء عظام دین کے حقیقی ترجمان ہیں آج جو دین ہمارے سامنے موجود ہے یہ انہی علماء ربانیین کی کاوشوں کا نتیجہ ہے غیر مسلم دانشور اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب تک عوام کا تعلق علماء سے رہے گا ان کے دلوں سے دین کی محبت کو نکالنا ممکن نہیں اسی لئے کافی عرصہ سے یورپی لابی اور اس کے ہمنوا علماء، طلباء اور مدارس کے خلاف دن رات منفی پروپیگنڈا میں مصروف ہیں یہی حال ایدھی صاحب کا بھی ہے علماء کے بارے میں ان کا نظریہ کیا ہے ملاحظہ ہو:

''دنیا بھر میں مذہبی لوگوں کو ٹھکرایا جا چکا ہے صرف دو سے تین فیصد لوگ ایسے ہیں جو مذہبی حضرات کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں وگرنہ پادری اور ملا کا کردار ختم ہو چکا ہے اور اس کی مذہبی تشریحات کا پردہ کھل چکا ہے''۔
(جنگ سینڈے میگزین، 27 مئی 2007ء، ص ۶)

غور فرمائیں لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے تو ایدھی صاحب نے داڑھی بھی رکھ لی اور خیر سے میڈیا پر خود کو ''مولانا عبدالستار ایدھی صاحب'' بھی کہلواتے ہیں مگر علماء کے بارے میں ان کا نظریہ کیا ہے آپ نے خود پڑھ لیا تعجب کی بات یہ ہے کہ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ مذہبی طبقے کو عوام نے رد کر دیا مگر دوسری طرف عیدالاضحیٰ پر قربانی موقوف کرنے کے متعلق کہتے ہیں کہ:

''میں اس مسئلے میں زیادہ نہیں جانا چاہتا کیونکہ یہ سنت ابراہیمی کا مسئلہ ہے اور اس میں مولویوں کی جانب سے اختلاف آسکتے ہیں''۔

ایدھی صاحب ایک طرف تو آپ کہتے ہیں کہ مولویوں کو عوام نے ٹھکرا دیا دوسری طرف انہی مولویوں کا اتنا خوف کہ اپنا موقف بھی پورے طور پر پیش کرنے سے ڈر رہے ہیں یہ قول وفعل کا تضاد کیوں؟؟؟

ایدھی صاحب اگر مذہبی طبقے کو عوام نے ٹھکرا دیا ہے تو آپ خود اپنا شمار کس طبقے میں کرتے ہیں؟؟؟ اگر مذہبی طبقے سے تو عوام تو اس کو ٹھکرا چکی ہے اور اگر ''بے دین'' طبقے سے تو یہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کو دھوکا کیوں؟؟؟

افسوس یہ ہے کہ آپ نے ساری زندگی کارل مارکس، لینن اور سٹالن جیسے کمیونسٹوں کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے (جنگ سنڈے میگزین، 27 مئی 2007ء، ص ۶) اگر آپ تھوڑا وقت قرآن یا حدیث کو کسی اچھے معلم دین کی زیرنگرانی دے دیتے تو آج آپ مذہب کے بارے میں اس قسم کے خیالات نہ رکھتے۔ ہمارا آپ سے سوال ہے کہ اگر ہم مذہبی طبقہ کو ٹھکرا چکے ہیں تو دینی معاملات میں ہم آخر جائیں کس کے پاس آپ جیسے لوگوں کو پاس جن کو لبنان کی حسیناؤں اور کارل مارکس کی کتابوں سے ہی فرصت نہیں؟؟؟

پھر ایدھی صاحب کی دیدہ دہنی کو دیکھیں کہ وہ پادری اور ملا کو ایک کیٹگری میں شمار کر رہے ہیں افسوس ہے مگر دوسری طرف لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے خود بھی ملا کا روپ دھارے ہوئے ہیں۔

مذہبی اور سماجی طبقہ ظالم طبقہ ہے

حقیقت یہ ہے کہ کمیونسٹوں کی کتابیں پڑھ پڑھ کر ایدھی صاحب بالکل لادینی کی طرف جا چکے ہیں اور ہر لادین کی طرح انہیں دینی طبقے سے سب سے زیادہ نفرت ہے اس لئے کہ اگر ان لوگوں کی لادینی میں کوئی طبقہ رکاوٹ ہے تو وہ صرف دینی طبقہ ہے ملاحظہ ہو دینی طبقے کے بارے میں ایدھی صاحب کی خطرناک ذہنیت:

''مذہبی اور سماجی یہ سب لوگ ظالم کی کیٹگری میں آتے ہیں مولوی بھی سرمایہ دار ہیں اس کے ایجنٹ سماجی کارکن ہیں پاکستان کی 60 سالہ زندگی میں یہ مولوی لوگ ہر دس سال بعد کھڑے ہو جاتے ہیں کبھی نظام مصطفیٰ

ﷺ کیلئے کبھی اسلام کیلئے کبھی جمہوریت کیلئے یہ سارے نعرے دراصل سرمایہ دارانہ ایجنٹوں کے نعرے ہیں''۔

(جنگ سنڈے میگزین، 27 مئی 2007ء، ص ٦)

العیاذ باللہ گویا ایدھی صاحب کے نزدیک اسلام کا نعرہ لگانا نظام مصطفیٰ ﷺ کا نعرہ لگانا یہ ظالم لوگوں کا کام ہے یہ سب سرمایہ داروں کی ایجنٹی ہے ایدھی صاحب صاف صاف کیوں نہیں کہتے ہیں کہ اصل بغض ملا سے نہیں اس کے نعرے سے ہے۔

قارئین کرام ایک لطیفہ بھی ملاحظہ فرماتے جائیں کہ اس انٹرویو میں ایدھی صاحب نے مذہبی طبقے کے ساتھ ''سماجی طبقے'' کو بھی ''ظالم'' کہا اور خیر سے وہ خود کو سماجی کارکن باور کراتے ہیں انٹریو والے پیج کے مین صفحے پر یہ سرخی قائم ہے:

''نامور سماجی کارکن عبدالستار ایدھی۔۔''

اسے کہتے ہیں

دروغ گورا حافظہ نہ باشد

ایدھی صاحب کی رنگین مزاجیاں

قارئین کرام سادہ کپڑوں میں ملبوث چہرے پر لمبی داڑھی سجائے بظاہر سیدھے سادھے نظر آنے والے ایدھی صاحب اندر سے ایک 18 سال کے اوباش نوجوان ہیں ان کے معصوم چہرے سے دھوکہ مت کھائیے گا اس سادہ چہرے کے پیچھے ان کا اصل مکروہ چہرہ خود انہی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں

ایدھی صاحب سے سوال ہوا کہ آپ کو کون سے مقامات پسند ہیں تو انہوں نے جواب میں ''مکہ مکرمہ'' یا ''مدینہ منورہ'' کا نام نہیں لیا بلکہ کیا کہتے ہیں ملاحظہ ہو:

''مجھے ائیر پورٹ بہت اچھے لگتے ہیں مجھے وہ زمین پر خدا کی جنت محسوس ہوتے ہیں یہ ائیر پورٹ دبئی کا

ہو، لندن کا ہو، امریکہ کا ہو، یا کینیڈا کا ہر جگہ پر جنت کا سا ماحول نظر آتا ہے"۔

(سنڈے میگزین، 27 مئی 2007ء، ص ۶)

جی جناب آپ کو جنت سا ماحول کیوں نظر نہ آئیگا کہ یہاں دنیا کے ہر کونے سے آنے والی "دنیاوی حوریں" جو آپ کو نظر آجاتی ہیں اور یوں آپ اپنے دل کو تسکین مہیا کرالیتے ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ دنیا کے یہ ایئرپورٹ تو ایدھی صاحب کو جنت نظر آتے ہیں مگر جس جگہ جنت وجہنم کے فیصلے ہونگے اس کے متعلق ایدھی صاحب کہتے ہیں کہ:

"عرفات کے میدان میں حج کے موقعہ پر جتنی چوریاں ایک دن میں ہوتی ہیں اتنی چوریاں سال بھر میں نہیں ہوتیں کیا آپ کو علم ہے اس موقعہ پر ۱۰۰ میں سے ۹۹ افراد کی چوریاں ہوتی ہیں"۔

(سنڈے میگزین، 27 مئی 2007ء، ص ۶)

ہم اس پر سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ **لعنة الله على الكاذبين** اگر ایدھی صاحب میں واقعی دیانت ہے تو کیا وہ اتنے بڑے دعوے پر کوئی دلیل پیش کر سکتے ہیں؟ ہمارے علم میں اب تک یہ بات نہیں کہ ایدھی صاحب نے حج کیا ہے تو آخر وہ اتنی بڑی بات بناء کسی ثبوت کے کیسے کہہ سکتے ہیں؟۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے علم میں اب تک کوئی ایسی بات نہیں آئی کہ عرفات میں اتنی بڑی تعداد میں چوریاں ہوتی ہوں بلکہ اب تک جتنے بھی لوگوں کو حج کی سعادت میسر ہوئی انہوں نے ہمیں یہی کہا کہ جتنی سہولیات خواہ کھانے کے اعتبار سے ہو یا پینے کے اعتبار سے رہنے کا اعتبار سے یا پہننے کے اعتبار سے عرفات کے میدان میں میسر ہیں کہیں بھی نہیں۔

پھر ہم ایدھی صاحب سے سوال کریں گے کہ جب عرفات میں ۹۹ فیصد لوگ چور ہیں تو وہاں تو ہوتے ہی حاجی ہیں گویا یہ سب چوریاں معاذ اللہ حاجی کررہے ہیں تو آخر ان کا حج کیا خاک ہوا ہوگا ؟؟؟ دراصل ایدھی صاحب بھی یہی سمجھانا چاہ رہے ہیں کہ جب حج پر جانے کے بعد بھی انسان نہ سدھرے تو حج پر جانے کا کیا فائدہ؟ حج پر جو خرچہ آئے گا وہ بھی تم مجھے دے دو تا کہ میں پھر کسی فرانسیسی سے شادی کرلوں اور وہ یہ سارا مال اڑا لیجائے۔

ایدھی صاحب ہمیشہ اپنے ساتھ دو لڑکیاں رکھتے ہیں

ایدھی صاحب اپنی رنگین مزاجی کے متعلق کہتے ہیں کہ:

وہ (گاندھی۔۔۔ از ناقل) ہمیشہ اپنے ساتھ دو لڑکیاں رکھتا تھا میں بھی اس طرح کرتا ہوں (قہقہہ)

(سنڈے میگزین، 27 مئی 2007ء، ص ٦)

ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ اس عمر میں اس قسم کے کرتوتوں پر آپ کو شرم آتی مگر آپ کی یہ مسکراہٹ بتا رہی ہے کہ اس چہرے کے پیچھے کس قسم کا شخص چھپا بیٹھا ہے۔

ایدھی صاحب لبنانی دوشیزاؤں کے حسن کے اسیر

ایدھی صاحب سے سوال ہوتا ہے کہ کیا آپ نے کبھی کسی سے عشق کیا تو جواب دیتے ہیں کہ:

''میں نے لبنان میں بہت خوبصورتی دیکھی ہے وہاں کا حسن بے مثال ہے میں نے حسین چہرے لبنان میں بہت دیکھے۔۔۔ایک خوبصورت لڑکی نے میرے ساتھ وعدہ بھی کیا کہ وہ میرے ساتھ کام کرے گی''۔

(جنگ سنڈے میگزین، 27 مئی 2007ء، ص ٨)

غور فرمائیں قرآن تو مسلمان مرد وعورت کو یہ حکم دیتا ہے کہ اپنی نگاہیں نیچی کر کے رہو ایک حدیث میں ہے کہ عورتیں شیطان کا جال ہیں مگر یہ شخص اس عمر میں بھی کس فخر سے اپنی رنگین مزاجی کا اظہار کر رہا ہے کہ پڑھنے والے بھی شرما جائیں جب اس عمر میں یہ حال ہے تو جوانی میں کیا گل کھلائے ہونگے۔

جو لوگ ایدھی صاحب کے بارے میں ایک اچھے اور شریف انسان کا خیال ذہن میں تصور کئے بیٹھے ہونگے ان کیلئے یہ انکشافات یقیناً دل آزاری کا سبب بنے ہونگے ہمارا بھی شروع میں یہی حال تھا مگر حقیقت کو جھٹلانا اچھا معلوم نہ ہوا اس لئے دل پر پتھر رکھ کر محض عوام کو اس شخص کی اصل حقیقت سے آگاہ کرنے کیلئے یہ سب کچھ لکھ رہا ہوں۔

آپ خود سوچیں کہ جس مقام پر ایدھی صاحب فائز ہیں کیا یہ مقام اس قسم کی باتیں کرنے کی اجازت دیتا ہے؟؟؟ اگر کوئی شخص اس قسم کے کاموں میں ملوث بھی ہو تو اپنے مقام کو دیکھتے ہوئے وہ ان باتوں کو زبان پر نہیں لاتا مگر ایدھی صاحب جس دیدہ دلیری سے یہ سب کہہ رہے ہیں یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ایدھی صاحب عادی مجرم ہیں۔

عبدالستار ایدھی صاحب میوزک اور فلموں کے رسیا

''میوزک سننے کا عادی ہوں عرب گلوکارہ ام کلثوم کا میوزک سنتا ہوں اس کی آواز پر میں فدا ہوں نور جہاں اور سہگل کو بھی پسند کرتا ہوں۔۔۔۔ایک ہی فلم دیکھی پکار یہ پاکستان سے پہلے کی فلم ہے''۔

(جنگ سنڈے میگزین، 27 مئی 2007ء، ص ۸)

نبی علیہ السلام کی حدیث ہے کہ گانا دل میں نفاق کو ایسے پیدا کر دیتا ہے جیسے پانی کھیتی کو علماء فرماتے ہیں کہ گانے سے سرور حاصل کرنا کفر ہے ایک حدیث میں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں گانے باجے کے آلات توڑنے کیلئے مبعوث کیا گیا ہوں مگر دوسری طرف ایدھی صاحب ہیں جو میوزک کے رسیا بھی ہیں اور پھر ساتھ میں پکا مسلمان ہونے کا دعوی بھی یہ بھی غور فرمائیں کہ ایدھی صاحب کو پسند بھی آئی تو ''گلوکارہ''۔۔۔!!!

بغیر گواہوں کے بیٹے کا نکاح پڑھوا دیا

میں نے بیٹے کو ہدایت کی کہ مولوی کے پاس نہیں جانا پھر میں نے اپنے بیٹے کو فون پر اپنی اہلیہ سے بات کروادی کہ بیٹا دو گواہ بن گئے اور تیری شادی ہوگئی''۔

(جنگ، 27 مئی 2007ء، سنڈے میگزین، ص ۸)

بغیر گواہوں کی موجودگی کے ایجاب وقبول کے نکاح کس طرح ہوسکتا ہے میں اس کا فیصلہ اہل علم حضرات پر چھوڑتا ہوں۔

رنڈیوں اور شرابیوں سے بھی چندے کی وصولی

ایدھی صاحب کے ہاں چندے کی وصولیابی کا کوئی شرعی نظام مقرر نہیں چنانچہ ان سے سوال ہوا کہ:

یہ جو بڑی بڑی کوٹھیاں آپ کو ملی ہیں وہ تو ذخیرہ اندوزوں اور منشیات فروشوں نے دی ہیں؟

ایدھی صاحب جواب دیتے ہیں کہ:

چند لوگ ہیں جو مجھے شروع سے چندہ دیتے ہیں یہ ان کی اپنی نیت پر ہے مجھے تو رنڈی بھی چندہ دیتی ہے میں تو لوگوں کی نیت دیکھتا ہوں۔ (جنگ سنڈے میگزین، 27 مئی 2007ء، ص ۸)

حالانکہ ایدھی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ مالِ حرام کو ثواب کی نیت سے دینے والوں پر علماء نے خوف کفر کا فتوی دیا ہے مگر آپ کو مارکس کی کتابوں سے اور لبنان کی حسیناؤں سے فرصت ملے تو ان امور کی طرف توجہ دیں پھر آپ نیت کو کیسے پہچان لیتے ہیں اس لئے کہ نیت تو دل کا معاملہ ہے اس نے دل میں کیا رکھا ہے کہ آپ اس پر کیسے مطلع ہو گئے؟؟؟

ایدھی صاحب کی قرآن سے بغاوت

قارئین کرام! سورہ نساء کے دوسرے رکوع میں اللہ پاک نے وارثوں کے حصے تفصیل سے بیان کئے ہیں اسی میں یہ اصول مقرر کیا ہے کہ مرد کو عورتوں کے مقابلے میں ڈبل حصہ ملے گا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ:

للذکر مثل حظ الانثیین

مرد کا حصہ دو عورتوں کے بقدر ہے

مگر ایدھی صاحب سے جب سوال ہوا کہ کیا لڑکیوں کو جائداد میں سے حصہ دینا چاہئے تو اس کے جواب میں وہ کہتے ہیں کہ:

"بالکل دینا چاہئے اور برابر حصہ ملنا چاہئے میرے نزدیک لڑکی اور لڑکے کا حصہ برابر ہونا چاہئے دو ہوں تو

دودے دو"۔ (جنگ سنڈے میگزین، 27 مئی 2007ء، ص ۸)

غور فرمائیں قرآن تو کہتا ہے کہ لڑکی کا حصہ مرد کے برابر نہیں بلکہ اس سے آدھا ہے مگر ایدھی صاحب کہتے ہیں نہیں پورا دو اور یہ پورا دینے کا فتوی کسی دلیل کی بنیاد پر نہیں بلکہ "میرے نزدیک" ایدھی صاحب کیا ہم آپ سے یہ پوچھنے کی جسارت کرسکتے ہیں کہ یہ "میرے نزدیک" کی اتھارٹی آپ کو کس نے دی؟؟؟

بہرحال ہم ایدھی صاحب سے حسن ظن رکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ ایدھی صاحب کو اپنی "جنت" اور لبنان کی "حوروں" سے فرصت ہی نہ ملی کہ وہ قرآن کی طرف توجہ کرتے اور یہ اصول ان کے سامنے آتا۔

ایدھی صاحب جھوٹ بھی بولتے ہیں

قارئین کرام شوہر کو بیوی سے زیادہ کون جانتا ہوگا آئے ایدھی صاحب کی بیوی بلقیس صاحبہ سے ہی ایدھی صاحب کے کردار کے بارے میں پوچھ لیتے ہیں کہ وہ کیا کہتی ہیں بلقیس ایدھی صاحبہ اپنے شوہر کے بارے میں کہتی ہے کہ:

"نہیں مانتے بالکل نہیں مانتے یہ تو ہمیشہ اپنی من مانی کرتے ہیں جھوٹ بولتے ہیں"۔

(جنگ سنڈے میگزین، 27 مئی 2007ء، ص ۸)

قارئین کرام جھوٹ بولنا کس قدر قبیح فعل ہے یہ کسی بھی مسلمان سے مخفی نہیں بلکہ عام کافر بھی اس کو پسند نہ کرتا ہوگا مگر دیکھا نام نہاد سماجی رہنما کا اصل چہرہ غور فرمائیں شریعت تو جھوٹے آدمی کی گواہی بھی قبول نہیں کرتی تو پھر آخر ہم اپنے خون پسینے کی کمائی ایک ایسے شخص کے حوالے کس طرح کرسکتے ہیں جو عورتوں کا دلدادہ میوزک کا رسیا اور جھوٹ بولنے کا عادی ہو کیا جھوٹا آدمی کبھی امانت دار ہوسکتا ہے؟؟ کیا آپ اس بات کی گارنٹی دے سکتے ہیں کہ آپ کے صدقات، عطیات، زکوۃ ایدھی صاحب نے جس جس مصرف پر خرچ کئے اس کے بارے میں وہ جھوٹ

نہیں بول رہے ہیں؟؟۔

ایدھی صاحب ایک بداخلاق شخص ہیں

قارئین کرام میرے نبی ﷺ کی حدیث ہے کہ میں مکارم اخلاق کو مکمل کرنے کیلئے مبعوث کیا گیا ہوں ایک حدیث میں اللہ کے نبی نے گھر والوں کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کی اور فرمایا کہ میں تم میں سے سب سے زیادہ اپنے گھر والوں سے اچھا سلوک کرنے والا ہوں مگر دوسری طرف ایدھی صاحب کا اپنی پہلی بیوی سے کیا رویہ رہا ہے ملاحظہ ہو:

”میں نے اپنے بھائی سے ذکر کیا اس نے کہا مان جاؤ وگرنہ تمہارے منع کرنے پر تمہیں چھوڑ دے گا پھر بچوں کو لے کر تم کہاں جاؤ گی اور یہ ماحول اور معاشرہ بھی یہی کہتا ہے کہ مرد دوسری بیویاں کرتے ہیں اور یہ گناہ نہیں یہ اس کا ذاتی فعل ہے اس کو منع نہ کر، میں نے دل بڑا کیا اور ان کی مرضی کو قبول کیا لیکن یہ مجھے اس کے سامنے بہت ذلیل کرتے تھے وہ تین ہزار کی پرفیوم لگا کر ان کو متاثر کرتی تھی۔۔ وہ ہمیشہ چوریاں کرتی تھی لیکن یہ کبھی میری بات نہیں مانتے تھے“۔

(جنگ سنڈے میگزین، 27 مئی 2007ء، ص ۸)

قرآن میں دوسری شادی کے ساتھ عدل کی شرط کو لگایا گیا ہے میرے پیارے نبی ﷺ کی حدیث ہے کہ جو شخص اپنی دو بیویوں میں عدل نہیں کرتا وہ قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا جسم گلا ہوا ہوگا مگر اس سب کے بعد اب آپ ایدھی صاحب کا کردار بھی دیکھ لیں کہ بظاہر ایک سادہ سے آدمی کے پیچھے کس قدر گمراہ شخص چھپا بیٹھا ہے ایدھی صاحب میں وہ تمام خرابیاں موجود ہیں جو ایک عام بدکردار آدمی میں ہوتی ہیں حتی کہ خود ایدھی صاحب کی بیوی کے بھائی کا یہ کہنا کہ وہ تم کو چھوڑ دے گا اور ”یہ اس کا ذاتی فعل“ جیسے الفاظ بتاتے ہیں کہ ایدھی صاحب اپنے رشتہ داروں میں صحیح شہرت کے آدمی نہیں اور ان لوگوں کے دلوں میں ایدھی صاحب کیلئے کوئی

قدر و منزلت نہیں ورنہ ''یہ اس کا ذاتی فعل'' جیسے عامیانہ الفاظ ہرگز ایدھی صاحب کیلئے استعمال نہ کئے جاتے۔

پھر یہ بھی غور فرمائیں کہ ایدھی صاحب کی بیگم تین ہزار کی پرفیوم لگاتی تھی کیا ہم ایدھی صاحب سے پوچھ سکتے ہیں کہ یہ پیسہ ان کے والدین کی جاگیر سے استعمال کیا جاتا تھا یا غریب عوام کے خون پسینے کی کمائی تھی۔۔۔؟؟؟

یہی نہیں بلکہ بلقیس ایدھی صاحبہ فرماتی ہیں کہ اس ''عورت نے اپنے بھائی کی مدد سے سات کروڑ کی چوری کی ہے'' قارئین کرام غور فرمائیں یہ پیسہ ایدھی صاحب کے باپ کی جاگیر سے چوری نہیں کیا گیا بلکہ آپ کی اس زکوۃ، صدقات کا مال ہے جو آپ کے خون پسینے سے کمائے ہوئے مال سے دیا گیا اور آپ نے صرف اس نیت سے دیا کہ یہ مال غریبوں پر لگ کر آپ کیلئے صدقہ جاریہ بن جائے گا مگر افسوس کہ آپ کے دئے ہوئے عطیات ایدھی صاحب کے گھر والوں کی عیاشی پر خرچ ہو رہے ہیں، پھر ایدھی صاحب باوجود اپنی بیوی کے اصرار پر اس عورت کے خلاف کاروائی نہیں کر رہے ہیں کہ انہیں امید ہے کہ ان کی یہ بھگوڑی بیوی پھر واپس آجائے گی مگر کیا ہم ایدھی صاحب سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ ان کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ وہ عوام کا مال لوٹنے والوں کے خلاف کاروائی صرف اس وجہ سے نہ کریں کہ لوٹنے والی ان کی ''محبوبہ'' ہے ایدھی صاحب ابھی کچھ دیر پہلے تو آپ یہ راگ آلاپ رہے تھے کہ لوگ ٹیکس نہیں دیتے (حالانکہ مسلمانوں سے ٹیکس وصول کرنا جائز نہیں جزیہ صرف ذمی کافروں پر ہے)، زکوۃ نہیں دیتے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں ہر طرف کرپشن ہے مگر خود آپ کی بیوی نہ معلوم کتنے یتیموں کا حق کھا گئی کتنے غریبوں کا مال کھا گئی آخر یہاں آپ کے اصول کہاں گئے یہ چراغ تلے اندھیرا کیوں؟؟؟؟ افسوس تو ان لوگوں پر ہے جنہوں نے یہ مال دیا تھا جن کا نہ صدقہ ادا ہوا نہ زکوۃ یہ صرف ایک واقعہ ہے جس پر سے بلقیس ایدھی نے پردہ اٹھایا ہے نہ معلوم اندرون خانہ کتنے لوگوں کا مال ایدھی اور ان کے خاندان والے ہضم کر چکے ہیں ایدھی صاحب کی سادگی سے دھوکہ مت کھائیے یہ صرف اور صرف لوگوں کو دھوکا دینے کیلئے انہوں نے سادگی کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے۔

ایک اور جگہ ایدھی صاحب کی بداخلاقی کا ذکر کرتے ہوئے ان کی بیوی کہتی ہیں کہ:

"ان کو بات بات پر غصہ آجاتا ہے یہ منٹ منٹ بعد بچوں کی طرح غصے میں آجاتے ہیں"۔

(جنگ سنڈے میگزین، 27 مئی 2007ء، ص ۸)

جب ہر وقت غصہ تو ہم کس طرح یقین کرلیں کہ یتیم معصوم بچے، بیوائیں اور غریب نادار وہ بچے اور بچیاں جو ایدھی صاحب کی زیر کفالت ہیں خوش وخرم زندگی گزار رہی ہونگی؟؟؟۔

ایدھی صاحب اور ان کی بیگم پردے کے قائل نہیں

غیر محرم سے اسلام میں پردہ فرض ہے مگر ایدھی صاحب کی بیگم یہ فلسفہ نقل کرتی ہیں کہ:

"پردہ دل کا ہوتا ہے، آنکھوں کا پردہ ہونا چاہئے آنکھوں میں بے شرمی اور بے حیائی ہو تو پردہ کا کوئی فائدہ نہیں"۔

(جنگ سنڈے میگزین، 27 مئی 2007ء، ص ۸)

حیرت ہے کہ قرآن تو نبی ﷺ کی بیویوں کو جو امت کی مائیں ہیں پردے کا حکم کرتا ہے اور بلقیس صاحبہ کہتی ہیں کہ اصل پردہ دل کا ہونا چاہئے کیا معاذ اللہ امہات المومنین کے دلوں میں پردہ نہ تھا؟؟۔

یہ تو ایدھی صاحب کی بیگم کا نظریہ تھا مگر ایدھی صاحب تو اپنی بیگم سے بھی دو ہاتھ آگے نکلے کہتے ہیں کہ:

"جنگ: عورت کو گھر سے باہر نکل کر کام کرنا چاہئے؟

ایدھی: بالکل کرنا چاہئے، عورتوں کو مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنا چاہئے"۔

(جنگ سنڈے میگزین، 27 مئی 2007ء، ص ۸)

ایدھی کا سارا عملہ بے ایمان ہے

ایدھی سنٹرز کے ملک بھر میں 1500 گاڑیاں اور 3 ہزار ڈرائیور ہیں میرے پاس اتنے ڈرائیور ہیں لیکن

ایک بھی ایماندار نظر نہیں آئے گا۔۔۔ڈرائیور چھوٹی چھوٹی چوریاں کرتے ہیں“۔

(جنگ سنڈے میگزین، 27 مئی 2007ء، ص ۸)

مدرسہ اور مسجد کی تعمیر کی کوئی ضرورت نہیں

”ایدھی صاحب کلکتہ سے مشرقی پاکستان گئے وہاں کے لوگوں نے ان کی دعوت کی اور بتایا کہ ہم نے مدرسہ اور مسجد بنائی ہے تو ایدھی صاحب نے وہاں کہا تھا کہ غریبوں کی بھوک مٹائی جائے تو وہ مدرسہ اور مسجد سے بہتر ہے“۔

(جنگ سنڈے میگزین، 27 مئی 2007ء، ص ۸)

ملک کی سلامتی کیلئے فوج کی ضرورت نہیں

قارئین کرام نبی علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ اسلحہ مرد کا زیور ہے مگر چونکہ ایدھی صاحب ایک لادین ذہنیت کے مالک ہیں اس لئے انہیں اسلام کی ہر بات میں نقص نظر آتا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ:

”میں اسلحے کے خلاف ہوں اسلحہ دنیا کے کسی ملک کے پاس بھی نہیں ہونا چاہئے۔۔۔فوج بھی نہیں ہونی چاہئے بس صرف سکیورٹی ہونی چاہئے کسی ملک کی بھی فوج نہیں ہونی چاہئے“۔

(جنگ سنڈے میگزین، 27 مئی 2007ء)

ایدھی صاحب اگر دفاع کیلئے فوج نہ ہو تو کیا ملک کی حفاظت آپ جیسے لوگوں کے ذریعہ کی جائے گی جو لبنان کی حسیناؤں کی اداؤں پر ہی ایمان دے بیٹھتے ہیں؟۔

قارئین کرام ہمارے اس مضمون کا مقصد کسی کی دل آزاری نہیں نہ ہمیں ایدھی صاحب سے کوئی ذاتی دشمنی ہے ہمارا مقصد صرف لوگوں کو اس دھوکے سے آگاہ کرنا تھا جو ایدھی صاحب اپنی سادگی کی صورت میں عوام کو دے رہے ہیں یہ صرف ابتداء ہے امید کرتا ہوں کہ اس موضوع پر محققانہ ذہن رکھنے والے مزید بھی تحقیق کریں

گے اور عوام کے سامنے مزید انکشافات ہونگے۔ باقی ہم نے حقیقت حال آپ حضرات کے سامنے رکھ دی ہے اب آپ کی مرضی کے اپنے عطیات وزکوۃ ایدھی صاحب جیسے لوگوں کو دے کر برباد کرتے ہیں یا کسی مستند دینی ادارے کو دیتے ہیں جو آپ کے عطیات کو مستحقین تک پہنچانے کا مضبوط بندوبست کرتے ہیں۔

ماہ مقدس رمضان

استقبال رمضان کا صحیح طریقہ

آج کل عالم اسلام میں ایک بات چل پڑی ہے۔ جس کی ابتداء عرب ممالک خاص کر مصر اور شام سے ہوئی اور پھر دوسرے ملکوں میں بھی رائج ہوگئی۔ اور ہمارے یہاں بھی آگئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ رمضان شروع ہونے سے پہلے کچھ محفلیں منعقد ہوتی ہیں جس کا نام محفل استقبال رمضان رکھا جاتا ہے۔ جس میں رمضان سے ایک دو دن پہلے ایک اجتماع منعقد کیا جاتا ہے اور اس میں قرآن کریم اور تقریر اور وعظ رکھا جاتا ہے۔ جس کا مقصد لوگوں کو یہ بتلانا ہوتا ہے کہ ہم رمضان المبارک کا استقبال کر رہے ہیں اور اس کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔ رمضان المبارک کے استقبال کا یہ جذبہ بہت اچھا ہے، لیکن یہی اچھا جذبہ جب آگے بڑھتا ہے تو کچھ عرصہ کے بعد بدعت کی شکل اختیار کر لیتا ہے، چنانچہ بعض جگہوں پر اس استقبال کی محفل نے بدعت کی شکل اختیار کرلی۔ رمضان المبارک کا اصل استقبال یہ ہے کہ رمضان آنے سے پہلے اپنے نظام الاوقات بدل کر ایسا بنانے کی کوشش کرو کہ اس میں زیادہ سے زیادہ وقت اللہ جل شانہ کی عبادت میں صرف ہو، رمضان کا مہینہ آنے سے پہلے یہ سوچو کہ یہ مہینہ آرہا ہے، کس طرح میں اپنی مصروفیات کم کرسکتا ہوں۔ اس مہینے میں اگر کوئی شخص اپنے آپ کو بالکلیہ عبادت کے لئے فارغ کر لے تو سبحان اللہ، اور اگر کوئی شخص بالکلیہ اپنے آپ کو فارغ نہیں کرسکتا تو پھر یہ دیکھے کہ کون کون سے کام ایک ماہ کے لئے چھوڑ سکتا ہوں، ان کو چھوڑے۔ اور کن مصروفیات کو کم کرسکتا ہوں، ان کو کم کرے، اور جن کاموں کو رمضان کے بعد تک مؤخر کرسکتا ہے۔ ان مؤخر کرے۔ اور رمضان کے زیادہ سے زیادہ اوقات کو عبادت میں لگانے کی فکر کرے۔ میرے نزدیک استقبال رمضان کا صحیح طریقہ یہی ہے۔ اگر یہ کام کرلیا تو انشاءاللہ رمضان المبارک کی صحیح روح اور اس کے انوار و برکات حاصل ہوں گے، ورنہ یہ ہوگا کہ رمضان المبارک آئے گا اور چلا جائے گا اور

اس سے صحیح طور پر فائدہ ہم نہیں اٹھا سکیں گے۔

رمضان کیسے گزاریں؟

جب رمضان المبارک کو دوسرے مشاغل سے فارغ کرلیا، تو اب اس فارغ وقت کو کس کام میں صرف کرے؟ جہاں تک روزوں کا تعلق ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ روزہ رکھنا فرض ہے۔اور جہاں تک تراویح کا معاملہ ہے۔اس سے بھی ہر شخص واقف ہے۔لیکن ایک پہلو کی طرف خاص طور پر متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔وہ یہ کہ الحمد اللہ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے، اس کے دل میں رمضان المبارک کا ایک احترام اور اس کا تقدس ہوتا ہے۔جس کی وجہ سے اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس ماہ مبارک میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کچھ زیادہ کرے اور کچھ نوافل زیادہ پڑھے۔ جو لوگ عام دنوں میں پانچ وقت کی نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں آنے سے کتراتے ہیں۔وہ لوگ بھی تراویح جیسی لمبی نماز میں بھی روزانہ شریک ہوتے ہیں۔ یہ سب الحمد اللہ اس ماہ کی برکت ہے کہ لوگ عبادت میں، نماز میں، ذکرو اذکار اور تلاوت قرآن میں مشغول ہوتے ہیں۔

ایک مہینہ کا مجاہدہ:

لیکن ان سب نفلی نمازوں، نفلی عبادات، نفلی ذکرو اذکار، اور نفلی تلاوت قرآن کریم سے زیادہ مقدم ایک اور چیز ہے۔جس کی طرف توجہ نہیں دی جاتی ہے۔وہ یہ ہے کہ اس مہینے کو گناہوں سے پاک کر کے گزارنا کہ اس ماہ میں ہم سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو۔اس مبارک مہینے میں آنکھ نہ بہکے، نظر غلط جگہ پر نہ پڑے، کان غلط چیز نہ سنیں۔زبان سے کوئی غلط کلمہ نہ نکلے۔اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی معصیت سے مکمل اجتناب ہو، یہ مبارک مہینہ اگر اس طرح گزار لیا۔پھر چاہے ایک نفلی رکعت نہ پڑھی ہو اور تلاوت زیادہ نہ کی ہو اور نہ ذکرو اذکار کیا ہو لیکن گناہوں سے بچتے ہوئے اللہ کی معصیت اور نافرمانی سے بچتے ہوئے یہ مہینہ گزار دیا تو آپ قابل مبارک باد ہیں۔اور یہ مہینہ آپ کے لئے مبارک ہے۔گیارہ مہینے تک ہر قسم کے کام میں مبتلا رہتے ہیں یہ اللہ تبارک تعالیٰ کا

ایک مہینہ آرہاہے کم ازکم اس کوتو گناہوں سے پاک کرلو۔اس میں تواللہ کی نافرمانی نہ کرو۔اس میں توکم ازکم جھوٹ نہ بولو۔اس میں تو غیبت نہ کرو۔اس میں توبدنگاہی کے اندر مبتلا نہ ہو۔اس مبارک مہینہ میں تو کانوں کوغلط جگہ پر استعمال نہ کرو۔اس میں تورشوت نہ کھاؤ،اس میں توسود نہ کھاؤ،کم ازکم یہ ایک مہینہ اس طرح گزارلو۔

یہ کیسا روزہ ہوا؟

روزے کہ معنی یہ ہیں کہ کھانے سے اجتناب کرنا، پینے سے اجتناب اورنفسانی خواہشات کی تکمیل سے اجتناب کرنا، روزے میں ان تینوں چیزوں سے اجتناب ضروری ہے۔اب یہ دیکھیں کہ یہ تینوں چیزیں ایسی ہیں جوفی نفسہ حلال ہیں، کھانا حلال، پینا حلال اور جائز طریقے سے زوجین کا نفسانی خواہشات کی تکمیل کرنا حلال، اب روزے کے دوران ہم ان حلال چیزوں سے تو پرہیز کررہے ہیں۔نہ کھارہے ہیں اور نہ پی رہے ہیں۔لیکن جو چیزیں پہلے سے حرام تھیں، مثلاً جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، بدنگاہی کرنا، جو ہر حال میں حرام تھیں، روزے میں یہ سب چیزیں ہورہی ہیں۔اب روزہ رکھاہواہے اور جھوٹ بول رہے ہیں۔روزہ رکھاہواہے اور غیبت کررہے ہیں۔ روزہ رکھاہواہے اور بدنگاہی کررہے ہیں۔روزہ رکھاہواہے لیکن وقت پاس کرنے کے لئے گندی فلمیں دیکھ رہے ہیں، یہ کیا روزہ ہوا؟ کہ حلال چیز تو چھوڑدی اور حرام چیز نہیں چھوڑی۔اس لئے حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص روزے کی حالت میں جھوٹ بولنا نہ چھوڑے تو مجھے اس کے بھوکا اور پیاسا رہنے کی کوئی حاجت نہیں۔اس لئے جب جھوٹ بولنا نہیں چھوڑا جو پہلے سے حرام تھا تو کھانا چھوڑ کر اس نے کون سا بڑا عمل کیا۔

روزہ کا ثواب ملیامیٹ ہوگیا

اگرچہ فقہی اعتبار سے روزہ درست ہوگیا۔اگر کسی مفتی سے پوچھو گے کہ میں نے روزہ بھی رکھا تھا اور جھوٹ بھی بولا تھا تو وہ مفتی یہی جواب دے گا کہ روزہ درست ہوگیا اس کی قضا واجب نہیں۔لیکن اس کی قضا نہ

ہونے کے باوجود اس روزے کا ثواب اور برکات ملیامیٹ ہوگیئں ، اس واسطے کہ تم نے اس روزے کی روح حاصل نہیں کی۔

ایک مہینہ بغیر گناہ کے گزارلو

اہتمام کرنے کی چیز یہ ہے کہ جب روزہ رکھ لیا تو اب اپنے آپ کو گناہوں سے، بچاؤ۔آنکھوں کو بچاؤ۔ کانوں کو بچاؤ، زبانوں کو بچاؤ،

ایک رمضان کے موقع پر ہمارے حضرت قدس اللہ سرہ نے یہاں تک فرمایا کہ میں ایک ایسی بات کہتا ہوں جو کوئی اورنہیں کہے گا۔وہ یہ کہ اپنے نفس کو اس طرح بہلاؤ، اور اس سے عہد کرلو کہ ایک مہینہ بغیر گناہ کے گزارلو۔جب یہ ایک مہینہ گزرجائے تو پھر تیرا جو جی چاہے کرچنانچہ حضرت والا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ جب یہ ایک مہینہ بغیر گناہ کے گزرجائے گا تو پھر اللہ تعالیٰ خود اس کے دل میں گناہ چھوڑنے کا داعیہ پیدا فرمادینگے۔ لیکن یہ عہد کرلو کہ یہ اللہ کا مہینہ آرہا ہے۔یہ عبادت کا مہینہ ہے۔یہ تقویٰ پیدا کرنے کا مہینہ ہے، ہم اس میں گناہ نہیں کریں گے، اور ہر شخص اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے کہ وہ کن گناہوں میں مبتلا ہے۔پھر ان سب کے بارے میں یہ عہد کرلے کہ میں ان میں مبتلا نہیں ہوں گا۔مثلاً یہ عہد کرلے کہ رمضان المبارک میں آنکھ غلط جگہ پر نہیں اٹھے گی۔کان غلط بات نہیں سنیں گے۔زبان سے غلط بات نہیں نکلے گی۔یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ روزہ بھی رکھا ہوا ہے اور فواحشات کو بھی آنکھ سے دیکھ رہے ہیں، اور اس سے لطف اندوز ہورہے ہیں۔

اس ماہ میں رزق حلال

دوسری اہم بات جو ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کم ازکم اس ایک مہینے میں تو رزق حلال کا اہتمام کرلو، جو لقمہ آئے،

وہ حلال کا آئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ روزہ تو اللہ کے لئے رکھا، اور اس کو حرام چیز سے افطار کررہے ہیں سود پر افطار ہو

رہا ہے یا رشوت پر افطار ہو رہا ہے یا حرام آمدنی پر افطار ہو رہا ہے۔ یہ کیسا روزہ ہوا؟ کہ سحری بھی حرام اور افطاری بھی حرام، اور درمیان میں روزہ۔ اس لئے خاص طور پر اس مہینہ میں حرام روزی سے بچو۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے مانگو کہ یا اللہ! میں رزق حلال کھانا چاہتا ہوں۔ مجھے رزق حرام سے بچا لیجئے۔

حرام آمدنی سے بچیں

بعض حضرات وہ ہیں، جن کا بنیادی ذریعہ معاش..... الحمد اللہ...... حرام نہیں ہے، بلکہ حلال ہے، البتہ اہتمام نہ ہونے کی وجہ سے کچھ حرام آمدنی کی آمیزش ہو جاتی ہے۔ ایسے حضرات کے لئے حرام سے بچنا کوئی دشوار کام نہیں ہے، وہ کم از کم اس ماہ میں تھوڑا سا اہتمام کرلیں، اور حرام آمدنی سے بچیں...... یہ عجیب قصہ ہے کہ اس ماہ کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ یہ صبر کا مہینہ ہے۔ یہ مواسات اور غمخواری کا مہینہ ہے۔ ایک دوسرے سے ہمدردی کا مہینہ ہے۔ لیکن اس ماہ میں مواسات کے بجائے لوگ الٹا کھال کھینچنے کی فکر کرتے ہیں۔
اِدھر رمضان المبارک کا مہینہ آیا اور اُدھر چیزوں کی ذخیرہ اندوزی شروع کردی۔ لہذا کم از کم اس ماہ میں اپنے آپ کو ایسے حرام کاموں سے بچالو۔

اگر آمدنی مکمل حرام ہے تو پھر؟

وہ حضرات جن کا ذریعہ آمدنی مکمل طور پر حرام ہے، مثلاً وہ کسی سودی ادارہ میں ملازم ہیں، ایسے حضرات اس ماہ میں کیا کریں؟

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحئ صاحب قدس اللہ سرہ...... اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین...... ہر آدمی کے لئے راستہ بتا گئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

میں ایسے آدمی کو جس کی مکمل آمدنی حرام ہے۔ یہ مشورہ دیتا ہوں کہ اگر ہو سکے تو رمضان میں چھٹی لے لے، اور کم از کم اس ماہ کے خرچ کے لئے جائز اور حلال ذریعہ سے انتظام کرلے۔ کوئی جائز آمدنی کا ذریعہ اختیار کرلے۔ اور

اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اس ماہ کے خرچ کے لئے کسی سے قرض لے لے۔ اور یہ سوچ کہ میں اس مہینہ میں حلال آمدنی سے کھاؤں گا۔ اور اپنے بچوں کو بھی حلال کھلاؤں گا، کم از کم اتنا تو کرلے۔

روزے میں غصے سے پرہیز

تیسری بات جس کا روزے سے خاص تعلق ہے، وہ ہے غصے سے اجتناب اور پرہیز، چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مواسات کا مہینہ ہے۔ ایک دوسرے سے غمخواری کا مہینہ ہے۔ لہذا غصہ اور غصہ کی وجہ سے سرزد ہونے والے جرائم اور گناہ، مثلاً جھگڑا، مارپٹائی اور تو تکار، ان چیزوں سے پرہیز کا اہتمام کریں۔ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمادیا کہ:

وان جهل على احد كم جاهل و هو صائم. فليقل انى صائم

(ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی فضل الصوم، حدیث نمبر: ۷۶۴)

یعنی اگر کوئی شخص تم سے جہالت اور لڑائی کی بات کرے تو تم کہہ دو کہ میرا روزہ ہے۔ میں لڑنے کے لئے تیار نہیں۔ نہ زبان سے لڑنے کے
لئے تیار ہوں، اور نہ ہاتھ سے۔ اس سے پرہیز کریں۔ یہ سب بنیادی کام ہیں۔

روزہ کا بدلہ:

اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ:

الصوم لى وانا اجزى به

(ترمذی، کتاب الصوم باب ماجاء فی فضل الصوم حدیث نمبر ۷۶۴)

یعنی روزہ میرے لئے ہے لہذا میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ اور اعمال کے بارے میں تو یہ فرمایا کہ کسی عمل کا دس گناہ اجر، کسی عمل کا ستر گناہ اجر، اور کسی عمل کا سو گناہ اجر ہے۔ حتیٰ کہ صدقہ کا اجر سات سو گنا ہے، لیکن روزے کے

بارے میں فرمایا کہ روزے کا اجر میں دوں گا۔ کیونکہ روزہ اس نے صرف میرے لئے رکھا تھا۔ اس لئے کہ شدید گرمی کی وجہ سے جب حلق میں کانٹے لگ رہے ہیں، اور زبان پیاس سے خشک ہے اور فرج میں ٹھنڈا پانی موجود ہے اور تنہائی ہے کوئی دیکھنے والا بھی نہیں ہے۔ اس کے باوجود میرا بندہ صرف اس لئے پانی نہیں پی رہا ہے کہ اس کے دل میں میرے سامنے کھڑا ہونے اور جواب دہی کا ڈر اور احساس ہے۔ اس احساس کا نام تقویٰ ہے۔ اگر یہ احساس پیدا ہو گیا تو تقویٰ بھی پیدا ہو گیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے روزے اس لئے فرض کئے تا کہ تقویٰ کی عملی تربیت دیں۔

(اقتباس: روزہ ہم سے کیا مطالبہ کرتا ہے از مفتی تقی عثمانی حفظ اللہ)

مسئلہ توسل اور امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کا موقف

ترتیب: محمود غزنوی

توصل بالذوات:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگانِ دین کا توسل (وسیلہ پکڑنا) جائز ہے یا نہیں؟

اس میں میرا مسلک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرامؓ اور دیگر مقبولانِ الٰہی کے طفیل اور وسیلے سے دُعا مانگنا جائز ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ: اے اللہ! اپنے ان نیک اور مقبول بندوں کے طفیل میری یہ دُعا قبول فرما، یا میری فلاں مراد پوری فرمادے۔

بعض علماء نے اس توسل کا انکار کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اپنے کسی نیک عمل کا حوالہ دے کر اور اس کو وسیلہ بنا کر دُعا کرنا تو صحیح ہے، جیسا کہ ''حدیث الغار'' میں تین شخصوں کے اپنے اپنے عمل سے توسل کرنے کا تذکرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (صحیح بخاری ج:۱ ص:۴۹۳)، مگر کسی شخصیت کے وسیلے سے دُعا کرنا صحیح نہیں۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ: کسی زندہ شخصیت کے وسیلے سے دُعا کرنا تو جائز ہے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے توسل سے دُعا فرمائی تھی (صحیح بخاری ج:۱ ص:۱۳۷)، مگر جو حضرات اس دُنیا سے تشریف لے جاچکے ہیں، ان کے طفیل سے دُعا کرنا صحیح نہیں۔

مگر میں ان حضرات کی رائے سے متفق نہیں ہوں، کیونکہ توسل میں دُعا بزرگوں سے نہیں کی جاتی، بلکہ براہِ راست خدا تعالیٰ سے کی جاتی ہے، پس جب کسی ایسے مقبول بندے کے توسل سے دُعا کرنا جائز ہے جو اس دُنیا میں موجود ہو، تو ان مقبولانِ الٰہی کے توسل سے دُعا کرنا بھی صحیح ہوگا جو اس دُنیا سے رحلت فرماگئے۔

جب اپنے نیک عمل کے توسل سے دُعا کرنا جائز ہے تو کسی مقبولِ بارگاہِ خداوندی کے توسل سے بھی دُعا

کرنا صحیح ہے، کیونکہ اس کی حقیقت دراصل یہ دُعا کرنا ہے کہ: ''یا اللہ! میرا تو کوئی عمل ایسا نہیں، جس کو میں آپ کی بارگاہِ عالی میں پیش کر کے اس کے وسیلے سے دُعا کروں، البتہ فلاں بندہ آپ کی بارگاہ میں مقبول ہے، اور مجھے اس سے محبت وعقیدت کا تعلق ہے، پس اے اللہ! آپ اس تعلق کی لاج رکھتے ہوئے، جو مجھے آپ کے نیک بندوں سے ہے، میری یہ درخواست قبول فرمالیجئے'' تو دراصل یہ اپنے اس تعلق کے ذریعے توسل ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کے نیک اور مقبول بندوں سے ہے، بلکہ میرے نزدیک اس توسل میں تواضع اور عبدیت کی شان زیادہ پائی جاتی ہے کہ آدمی کو اپنے کسی عمل پر نظر نہ ہو، اور وہ اپنے کسی نیک عمل کو اس لائق نہ سمجھے کہ اسے بارگاہِ خداوندی میں پیش کر سکے۔

بہرحال توسل کی یہ صورت صحیح اور بزرگانِ دِین سے منقول اور ان کا معمول رہی ہے، شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر کس کو یاد نہیں ہوگا:

خدایا بحقِ بنی فاطمہ
کہ بر قولِ ایمان کنی خاتمہ

مگر یہ عقیدہ نہ رکھا جائے کہ توسل کئے بغیر دُعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو سنتے ہی نہیں، اور نہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ انبیاء واولیاء کے وسیلے سے جو دُعا کی جائے اس کا ماننا اللہ تعالیٰ کے ذمے لازم ہو جاتا ہے، نہیں! بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ ان مقبولانِ اِلٰہی کے طفیل سے جو دُعا کی جائے گی اس کی قبولیت کی زیادہ اُمید ہے۔ ہماری فقہِ حنفی کی کتابوں میں جو مسئلہ لکھا ہے کہ:

''وَيَكْرَهُ أَنْ يَّقُوْلَ فِيْ دُعَائِهِ بِحَقِّ فُلَانٍ، أَوْ بِحَقِّ أَنْبِيَآئِکَ وَرُسُلِکَ لِأَنَّهٗ لَا حَقَّ لِلْمَخْلُوْقِ عَلَى الْخَالِقِ.'' (ہدایہ ج:۴ ص:۴۷۵، کتاب الکراہیہ)

ترجمہ:... ''اور مکروہ ہے کہ اپنی دُعا میں یوں کہے کہ: ''یا اللہ! بحق فلاں، یا بحق اپنے

نبیوں اور رسولوں کے مجھے فلاں چیز عطا فرما'' کیونکہ مخلوق کا کوئی حق خالق کے ذمے نہیں۔''

اس کا یہی مطلب ہے جو میں نے اُوپر ذکر کیا، یعنی اگر یہ خیال ہو کہ جو دُعا ان حضرات کے وسیلے سے کی جائے گی، اس کا پورا کرنا اللہ تعالیٰ پر لازم اور واجب ہو جائے گا، تو یہ توسل جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذمے کسی مخلوق کا کوئی حق واجب نہیں، اس کریم داتا کی طرف سے جس کو جو کچھ عطا کیا جاتا ہے وہ محض فضل و احسان ہے، ورنہ اس کی بارگاہِ عالی میں کسی مخلوق کا کوئی استحقاق نہیں۔

توسل بمعنی طلب دعا

وسیلہ پکڑنے کی ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ براہِ راست بزرگوں سے تو اپنی حاجات نہ مانگی جائیں، البتہ ان کی خدمت میں یہ گزارش کی جائے کہ وہ حق تعالیٰ کے دربار میں ہماری حاجت و مراد پورا ہونے کی دُعا فرمائیں۔ اس صورت میں وہ مانگنا تو خدا تعالیٰ ہی سے چاہتا ہے مگر بزرگوں سے یہ کہتا ہے کہ وہ بھی اس کی حاجت کو خدا تعالیٰ سے مانگیں اور اس کے حق میں مراد پوری ہونے کی دُعا کریں۔

طلب دعا زندہ سے :

جو حضرات اس دُنیا میں تشریف فرما ہیں، ان سے دُعا کی درخواست کرنا عین سنت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے لے کر آج تک مسلمان ایک دُوسرے کو دُعا کے لئے کہتے آئے ہیں۔

طلب دعا مردہ سے :

غیر انبیا (بزرگان دین، اولیائے):

وہ اکابر جو اس دُنیا سے تشریف لے گئے ہیں! ان کی قبر پر جا کر ان سے دُعا کی درخواست کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اس کو سمجھنے کے لئے چند باتوں پر غور کرنا ضروری ہے۔

اوّل:... یہ کہ کسی کو خطاب کرنا اسی صورت میں صحیح اور معقول ہوسکتا ہے جبکہ وہ ہماری بات سنتا بھی ہو۔ یہ مسئلہ کہ قبروں میں مُردے سنتے ہیں یا نہیں؟ ہماری کتابوں میں ''سماعِ موتیٰ'' کے عنوان سے مشہور ہے، اور اس مسئلے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے زمانے سے اختلاف چلا آرہا ہے، بعض اس کے قائل ہیں، اور بعض انکار کرتے ہیں، دونوں طرف بڑے بڑے اکابر ہیں، اس لئے اس مسئلے کا قطعی فیصلہ نہیں ہوسکتا، کیونکہ جس مسئلے میں صحابہ کرام کا اختلاف ہو، اس میں کسی ایک جانب کو قطعی حق اور دُوسری جانب کو قطعی باطل قرار دینا ممکن نہیں۔ پس جو حضرات سماعِ موتیٰ کے قائل ہیں ان کے نزدیک مُردوں کو خطاب کیا جاسکتا ہے، اور جو قائل نہیں، ان کے نزدیک مُردوں کو
خطاب کرنا ہی دُرست نہیں۔

دوم:... یہ کہ آیا سلف صالحین کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ اہلِ قبور سے دُعا کی درخواست کیا کرتے ہوں یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو حضرات ''سماعِ موتیٰ'' کے قائل نہیں تھے، ان کا معمول تو ظاہر ہے کہ یہ نہیں ہوسکتا تھا، اور جو حضرات اس کے قائل تھے، ان میں سے بھی کسی کے بارے میں مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ ان کا یہ معمول رہا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عمرہ کے لئے تشریف لے جارہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''یَا أَخِیْ لَا تَنْسَانَا مِنْ دُعَآئِکَ.''

(مسند احمد ج:۱ ص:۲۹، ج:۲ ص:۵۹)

ترجمہ:...''میرے بھائی! ہمیں اپنی دُعا میں نہ بھولنا۔''

مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت نہیں کہ آپ نے کسی نبی و صدیق کی قبر پر جا کر ان سے دُعا کی

فرمائش کی ہو، اسی طرح صحابہؓ وتابعینؒ بھی ایک دُوسرے سے دُعا کی درخواست کیا کرتے تھے۔ مگر کسی سے یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے کسی شہید کی قبر پر جاکر ان سے دُعا کی درخواست کی ہو، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں ہے:

''استمداد از اموات خواہ نزدیک قبور باشد یا غائبانہ بے شبہ بدعت است، در زمانہ صحابہؓ وتابعینؒ نہ بود لیکن اختلاف است در آں کہ ایں بدعت سیئہ است یا حسنہ، ونیز حکم مختلف می شود باختلاف طریق استمداد۔'' (فتاویٰ عزیزی ج:۱ ص:۸۹)

ترجمہ:... ''مُردوں سے مدد طلب کرنا خواہ ان کی قبروں پر جاکر کی جائے، یا غائبانہ، بلاشبہ بدعت ہے۔ صحابہؓ وتابعینؒ کے زمانے میں یہ معمول نہیں تھا، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ یہ بدعت سیئہ ہے یا حسنہ؟ نیز استمداد کے مختلف طریقوں کی بنا پر حکم بھی مختلف ہوجائے گا۔''

سوم:... یہ کہ جب اس کے جواز وعدمِ جواز میں بھی کلام ہے، اور سلف صالحین کا معمول بھی یہ نہیں تھا، تو کیا اس کو مستحسن سمجھ کر اس کی اجازت دے دی جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی چیز ''بدعت'' کہلاتی ہے، اسی بنا پر حضرت شاہ صاحبؒ نے اس کو ''بلاشبہ بدعت است'' فرمایا ہے۔ اور میں ''سنت وبدعت'' کے بارے میں تو شاید آگے چل کر کچھ عرض کرسکوں، مگر مختصراً اتنا یہاں بھی عرض کردیتا ہوں کہ جن چیزوں کو سلف صالحین نے مستحسن نہیں سمجھا، اس میں ماوشما کا کوئی اعتبار نہیں۔ ایسے اُمور کے بارے میں اِمامِ ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ:

''ایں فقیر در ہیچ بدعت ازیں بدعتہا حسن ونورانیت مشاہدہ نمی کند وجز ظلمت وکدورت احساس نمی نماید۔'' (مکتوباتِ اِمامِ ربانی، دفترِ اوّل، مکتوب:۱۸۶)

ترجمہ:... ''یہ فقیر اِن بدعتوں میں سے کسی بدعت میں حسن اور نورانیت کا مشاہدہ نہیں

کرتا، اور بدعتوں میں
سوائے ظلمت و کدورت اور کوئی چیز نظر نہیں آتی۔"

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی کہ: "ہر نئی چیز (جو دِین کے نام سے ایجاد کی جائے) بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے" نقل کر کے حضرت مجدد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ہر گاہ ہر محدَث بدعت است و ہر بدعت ضلالت، پس معنی حسن در بدعت چہ بود۔"

(حوالہ بالا)

ترجمہ:... "جب ہر نئی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے، پس بدعت میں حسن وخوبی کے کیا معنی؟"

اس ناکارہ کے نزدیک حضرت مجدد قدس سرہٗ کا یہ ارشاد آبِ زَر سے لکھنے کے لائق اور اس باب میں "قولِ فیصل" کی حیثیت رکھتا ہے۔

بہرحال! جو بزرگ فوت ہوچکے ہیں، ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا کہ وہ ہمارے لئے دُعا کریں ایک مشتبہ سی بات ہے، پس جبکہ ہمارے لئے حق تعالیٰ سے دُعائیں مانگنے کا راستہ کھلا ہے اور جبکہ حق تعالیٰ نے ہماری دُعاؤں اور اِلتجاؤں کو قبول کرنے کا قطعی وعدہ بھی فرما رکھا ہے، تو میں اس بات کو قطعاً ناموزوں سمجھتا ہوں کہ اس واضح اور صاف راستے کو چھوڑ کر خواہ مخواہ ایک ایسا طریقہ ہی اختیار کیا جائے جس میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کو "بدعت" کی نحوست اور تاریکی نظر آتی ہو، اور جس کے جواز، عدمِ جواز میں بھی کلام ہو۔

طلب دعا انبیائے کرام علیہم السلام سے:

انبیائے کرام علیہم السلام خصوصاً آنحضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں میرا عقیدہ "حیات النبی" کا ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوکر صلوٰۃ وسلام پڑھنے اور شفاعت

کی درخواست کرنے کا مسئلہ ہماری (تمام اکابرین کی) کتابوں میں لکھا ہے، اس لئے جس سعادت مند کو بارگاہِ نبوّت کے آستانۂ عالیہ پر حاضری نصیب ہو، وہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دُعا اور شفاعت کے لئے درخواست کرے تو میں اسے جائز بلکہ مستحسن سمجھتا ہوں۔

توسل کی مشہور شرکیہ صورت:

بعض لوگ ''وسیلے'' کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ ہم لوگوں کی رسائی خدا تعالیٰ کے دربار تک نہیں ہوسکتی، اس لئے ہمیں جو درخواست کرنی ہو، اس کے مقبول بندوں کے سامنے پیش کریں، اور جو کچھ مانگنا ہو ان سے مانگیں۔ چنانچہ یہ لوگ اپنی مرادیں اولیاء اللہ سے مانگتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ یہ اکابر باعطائے اِلٰہی، ان کی مرادیں پوری کرنے پر قادر ہیں۔ میں نے خواجہ بہاء الحق زکریا ملتانی، خواجہ فریدالدین گنج شکر، خواجہ علی ہجویری (المعروف بہ داتا گنج بخش)، سلطان الہند خواجہ نظام الدین اولیاء اور دیگر اکابر اولیاء اللہ (قدس اللہ اسراہم) کے مزارات پر لوگوں کو ان بزرگوں سے دُعائیں مانگتے دیکھا ہے، میں اس فعل کو خالص جہالت سمجھتا ہوں۔ اور یہ دراصل دو غلطیوں کا مجموعہ ہے۔

ایک یہ کہ ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کی بارگاہِ عالی کو بھی دُنیا کے شاہی درباروں پر قیاس کرلیا ہے، گویا جس طرح دُنیا کے بادشاہوں تک ہر شخص کی رسائی نہیں ہوسکتی، بلکہ اُمراء و وزراء کی وساطت اور چپراسیوں اور دربانوں کی منّت کشی کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح خدا کے دربار میں کوئی شخص براہِ راست عرض معروض نہیں کرسکتا، بلکہ اس کو درمیانی واسطوں کا سہارا ڈھونڈنے کی ضرورت ہے۔

مگر خدا تعالیٰ کو دُنیا کے بادشاہوں پر قیاس کرنا سراسر غلط ہے، اس لئے کہ بادشاہ اور رعایا کے درمیان واسطوں کی ضرورت تو اس لئے پیش آتی ہے کہ وہ رعایا کی داد و فریاد خود نہیں سن سکتے، اور نہ ہر شخص اپنی آواز براہِ راست ان تک پہنچا سکتا ہے۔ اس کے برعکس حق تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ دُنیا کے سارے انسانوں، فرشتوں، جنات

اور حیوانات میں سے ایک ایک کی آواز وہ اس طرح سنتے ہیں کہ گویا باقی ساری کائنات خاموش ہے اور صرف وہی ایک گفتگو کر رہا ہے۔ حدیث میں ارشاد ہے کہ: نہایت تاریک رات میں سنگِ سیاہ پر بھوری چیونٹی کے چلنے کی آواز بھی خدا تعالیٰ سنتے ہیں۔

پھر دُنیا کے بادشاہوں تک ہر آدمی کی رسائی ممکن نہیں، مگر خدا تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ ہر شخص سے اس کی رَگِ گردن سے بھی قریب ہیں۔ ایک بار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

"أَقَرِيْبٌ رَّبُّنَا فَنُنَاجِيْهِ أَمْ بَعِيْدٌ فَنُنَادِيْهِ؟"

(قرطبی ج:۲ ص:۳۰۸)

ترجمہ:... "ہمارا رَبّ ہم سے قریب ہے کہ ہم اسے آہستہ پکاریں، یا دُور ہے کہ زور سے پکاریں؟"

اس پر قرآنِ کریم کی یہ آیت نازل ہوئی:

"وَاِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ أُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ."

(البقرہ:۱۸۶، تفسیر ابنِ کثیر ج:۱ ص:۲۱۷)

ترجمہ:... "اور جب میرے بندے آپؐ سے میرے بارے میں دریافت کریں (کہ میں ان سے نزدیک ہوں یا دُور؟) تو (ان کو بتایئے کہ) میں نزدیک ہوں، میں پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں، جب بھی وہ مجھے پکارے۔"

فرمایئے! ایسا دربار جس میں ہر شخص، ہر آن اور ہر لمحے اپنی درخواست پیش کرسکتا ہو، اور جہاں ہر درخواست پر فوراً کارروائی ہو، اور جو ہر درخواست کو پورا کرنے اور ہر شخص کی ساری مرادیں بَر لانے کی قدرت رکھتا ہو، اور پھر وہ رحیم و شفیق بھی ایسا ہو کہ خود مانگنے والوں کا منتظر ہو، ایسی بارگاہ کو چھوڑ کر دربدر کی ٹھوکریں کھاتے پھرنا

عقل ودانش کی بات ہے یا حماقت وجہالت کی؟ حق تعالیٰ کے دربار کی تو یہ شان ہے:

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو
دار و گیر و حاجتِ دربان دریں درگاہ نیست

ترجمہ:... ''جس کا جی چاہے آئے، اور جس کا جی چاہے جائے، اس دربار میں نہ دار وگیر ہے، نہ دربان کی حاجت۔''

ایک بزرگ نے خوب فرمایا ہے:

جو کتا دَر دَر پھرے اسے دَر دَر دُر دُر ہو
اور جو ایک ہی دَر کا ہو رہے اسے کاہے کو دُر دُر ہو

دُوسری غلطی ان لوگوں سے یہ ہوئی کہ انہوں نے یوں سمجھ لیا کہ جس طرح شاہانِ دُنیا کچھ مناصب و اختیارات گورنروں اور ماتحت افسروں کو تفویض کردیتے ہیں اور اس تفویض کے بعد انہیں زیرِ اختیار معاملوں میں بادشاہ سے رُجوع کی ضرورت نہیں رہتی، بلکہ وہ اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے ان اُمور میں خود ہی فیصلے کیا کرتے ہیں۔ کچھ یہی صورت حق تعالیٰ شانہ کی بادشاہی میں بھی ہوگی، اس نے بھی کائنات میں تصرف کے کچھ اختیارات نبیوں، ولیوں، اِماموں اور شہیدوں کو عطا کردیئے ہوں گے، اور خدائی کے جو محکمے باعطائے اِلٰہی ان بزرگوں کے سپرد کردیئے گئے ہیں، وہ ان میں خود مختار ہیں، جو چاہیں کریں، اور جس کو چاہیں دیں یا نہ دیں۔

لیکن یہ غلطی پہلی غلطی سے بدتر ہے، اس لئے کہ دُنیا کے بادشاہ یا سربراہانِ ممالک جو اِختیارات اپنے ماتحت گورنروں یا افسروں کے حوالے کردیتے ہیں اس کی وجہ ان کا عجز وقصور ہے کہ وہ اپنی قلمرو کے ہر چھوٹے بڑے کام کو خود کرنے سے قاصر اور معاونین کے محتاج ہیں، وہ اپنے گورنروں اور افسروں کی مدد کے بغیر نظامِ مملکت نہیں چلاسکتے۔ اس کے برعکس حق تعالیٰ شانہ کی شان یہ ہے کہ اسے کائنات کے ایک ایک ذرّے کا علم بھی ہے اور اس پر قدرت بھی، کائنات کی کوئی چھوٹی بڑی چیز نہ اس کے علم سے باہر ہے اور نہ اس کے حکمِ قضا وقدر سے آزاد ہے۔ حق

تعالیٰ شانہ کا علم، اس کا ارادہ، اس کی مشیت، اس کی قدرت اور اس کی تکوین، زمین و آسمان کی ایک ایک چیز پر حاوی اور کائنات کے ایک ایک ذرّے کو محیط ہے، درخت کا ایک پتا بھی اس کے علم و ارادے اور حکم کے بغیر نہیں ہل سکتا، اس لئے وہ کائنات کا نظام چلانے کے لئے کسی وزیر، کسی نائب اور کسی معاون کا محتاج نہیں، نہ اس کے نظام میں اس کا کوئی شریک ہے، نہ ہوسکتا ہے، نہ اس نے کائنات میں تصرف کے اختیارات کسی کو عطا کئے ہیں، نہ خدائی اختیارات کسی کو عطا کئے جاسکتے ہیں۔

حضرت قاضی ثناء اللہ حنفی پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مسئلہ:... اگر کسے گوید کہ خدا و رسول بریں عمل گواہ اند کافر شود، اولیاء قادر نیستند بر ایجاد معدوم یا اعدام موجود، پس نسبت کردن ایجاد و اعدام و اعطائے رزق یا اولاد و دفع بلا و مرض وغیر آں بسوئے شاں کفر است..... "قُلْ لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ"، یعنی بگوائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مالک نیستم من برائے خویشتن نفع را ونہ ضرر را، مگر آنچہ خدا خواہد۔" (ارشاد الطالبین ص:۱۸)

ترجمہ:... "مسئلہ:... اگر کوئی شخص یوں کہے کہ اس بات پر خدا اور رسول گواہ ہیں، تو کافر ہوجائے گا (کیونکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب سمجھا)، اولیاء اللہ کسی غیر موجود کو وجود عطا کرنے، اور کسی موجود کو معدوم کردینے پر قادر نہیں، پس وجود دینے نہ دینے، رزق یا اولاد دینے اور مصیبت اور بیماری ہٹانے وغیرہ کی نسبت ان کی طرف کرنا کفر ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرمادیجئے کہ میں اپنی ذات کے لئے (بھی) نہ نفع کا مالک ہوں اور نہ نقصان کا، مگر جو کچھ خدا چاہے۔"

اس لئے یہ تصوّر ہی سرے سے غلط ہے کہ مخلوق اپنے خالق کے سامنے عرضیاں پیش کرنے کے بجائے اس کے کسی نائب کے سامنے پیش کرے۔

الغرض وسیلہ پکڑنے کے یہ معنی کہ ہم بزرگوں کی خدمت میں عرضیاں پیش کیا کریں، اور ان سے اپنی حاجتیں اور مرادیں مانگا کریں، بالکل غلط اور قطعاً ناروا ہے۔ قرآنِ کریم نے مخلوق کو پکارنے اور اس سے دُعائیں مانگنے کو سب سے بدترین گمراہی قرار دیا ہے، ارشادِ ربانی ہے:

"وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ، وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غَافِلُوْنَ."

(الاحقاف:۴۶)

ترجمہ:... "اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو خدا کو چھوڑ کر ایسے معبود کو پکارے جو قیامت تک بھی اس کا کہنا نہ کرے، اور ان کو ان کے پکارنے کی بھی خبر نہ ہو۔"

(ترجمہ حضرت تھانویؒ)

بزرگوں سے مرادیں مانگنا اور ان سے اپنی حاجات کے لئے دُعائیں کرنا اس لئے بھی غلط ہے کہ دُعا اعلیٰ ترین عبادت ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

"اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ" (ترمذی، مشکوٰۃ ص:۱۹۴)(دُعا عبادت کا مغز ہے)۔

ایک اور حدیث میں ہے:

"اَلدُّعَآءُ هُوَ الْعِبَادَةُ، ثُمَّ قَرَأَ: وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ."

(مشکوٰۃ ص:۱۹۴)

ترجمہ:... "دُعا ہی اصل عبادت ہے، یہ ارشاد فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: تمہارے ربّ نے فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دُعا کرو، میں تمہاری دُعا سنوں گا۔"

ایک اور حدیث میں ہے:

"لَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَمَ عَلَى اللهِ مِنَ الدُّعَآءِ."

(مشکوٰۃ شریف ص:۱۹۴)

ترجمہ:... "اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا سے زیادہ کوئی چیز قابلِ قدر نہیں۔"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ان احادیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: دُعا افضل ترین عبادت اور عبادت کا مغز اس لئے ہے کہ عبادت کا خلاصہ "معبود کے سامنے انتہائی عجز و بے بسی اور خضوع و تذلل کا مظاہرہ

کرنا"......اور یہ بات دُعا میں علی وجہ الکمال پائی جاتی ہے، اسی بنا پر دُعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب عبادات سے زیادہ لائقِ قدر ہے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ)

بہرحال جب یہ معلوم ہوا کہ دُعا نہ صرف عبادت ہے، بلکہ عبادت کا مغز اور خلاصہ ہے تو حق تعالیٰ کے سوا جس طرح کسی اور کی عبادت جائز نہیں، اسی طرح کسی بزرگ ہستی سے دُعائیں کرنا اور مرادیں مانگنا بھی روا نہیں، اس لئے کہ یہ عبادت ہے، اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ حنفی پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مسئلہ:...دُعا از اولیائے مُردگان یا زندگان واز انبیاء جائز نیست، رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمودہ:"الدعاء هو العبادة" یعنی دُعا خواستن از خدا عبادت است پس ترا ایں آیت خواند:"وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِىٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِىْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ." آنچہ جہاں میگویند یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ، یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیئاً للہ، جائز نیست، شرک وکفر است، واگر یا الٰہی بحرمت خواجہ شمس الدین پانی پتی حاجت من روا کن گوید مضائقہ ندارد۔ حق تعالیٰ مے فرماید:"وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ" یعنی از کسانیکہ شما دُعا میخواہید سوائے خدا آنہا بندگانند مانند شما، آنہارا چہ قدرت است کہ حاجت کسے برآرند۔"

(ارشاد الطالبین فارسی ص:۱۸، مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۹۱۵ء)

ترجمہ:..."مسئلہ:...فوت شدہ یا زندہ بزرگوں سے اور انبیائے کرام علیہم السلام سے دُعائیں مانگنا جائز نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:"دُعا ہی اصل عبادت ہے"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: ''اور تمہارے رَبّ نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دُعائیں سنوں گا، بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں، وہ جہنم میں ذلیل وخوار ہو کر داخل ہوں گے'' اور یہ جو جاہل لوگ کہتے ہیں: ''یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ''، ''یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیئاً للہ'' جائز نہیں بلکہ شرک وکفر ہے، اور اگر یوں کہے کہ: ''یا اِلٰہی! بطفیل خواجہ شمس الدین پانی پتی میرا یہ کام کردے'' تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''خدا کے سوا تم جن لوگوں کو پکارتے ہو، وہ بھی تمہاری طرح بندے ہیں'' ان کو کیا قدرت ہے کہ کسی کی حاجت ومراد پوری کریں۔''

(ماخذ۔ اختلاف امت اور صراط مستقیم)

خوشخبری

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ
اور
تحریک پاکستان حقائق کی روشنی میں

تصنیف
ساجد خان نقشبندی

مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے تقسیم ہند کی مخالفت کیوں کی؟۔۔۔شیخ الاسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے راستے مسلم لیگ سے جدا کیوں ہوئے؟؟؟ تحریک پاکستان اور بریلویوں کا کردار۔۔۔مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ پر بریلوی اعتراضات کے مسکت جوابات
اور بہت سے تہلکہ خیز انکشافات۔۔سینکڑوں کتابوں، رسائل وجرائد کا نچوڑ
محترم ساجد خان نقشبندی بھائی کے باطل شکن قلم سے

رسالہ منگوانہ کیلئے مندرجہ ذیل نمبر پر رابطہ کریں

03006491947

اس نمبر پر کال یا میسیج کر کے رسالہ بالکل مفت حاصل کریں

الداعی الی الخیر خادم مسلک اھلسنت وجماعت محمد شفیق رانا